قرآن کے سب سے اہم سورے

سورۂ حمد کا مطالعہ

(جدید علوم کی روشنی میں)

تفسیرِ اہلِ بیتؑ

(وہ تفسیر جو حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ نے بیان فرمائی)

تحقیق

مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

محمد علی سید، سید محمد رضوی

ناشر اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

ملنے کا پتہ احمد بک سیلرز و اسٹیشنرز (اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز)

718/20 فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان فون:021-36364924

قرآن مجید کے سب سے اہم سورے

سورۂ حمد کا مطالعہ

(جدید علوم کی روشنی میں)

بـا

تفسیر اہلبیت

یعنی وہ تفسیر جو محمدؐ و آلِ محمدؐ نے بیان فرمائی

تحقیق

مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

محمد علی سید، سید محمد رضوی

ناشر

اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ

www.drhasanrizvi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : سورۂ محمد کا مطالعہ
تحقیق : مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی
کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ : راحت حسین، احمد گرافکس (021-36364924)
ناشر : اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ
سن طباعت : اگست، 2013ء
تعداد اشاعت :
ہدیہ :

ملنے کا پتہ
احمد اسٹیشنرز و بک سیلرز
اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز
718/20 فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون: 021-36364924
Email:ams_17_83@hotmail.com

www.drhasanrizvi.org

فہرست مضامین

سورۂ حمد کا مطالعہ 11

- وہ ہر وقت ہمارا نگراں ہے 12
- کیا یہ ساری کائنات اتفاقاً پیدا ہوگئی 17
- خدا کی ربوبیت ورحمانیت کی ایک شان 25

سورۂ فاتحہ......ایک زاویہ 27

- Straight ہونے کے فوائد 31

سورۂ فاتحہ کی صرف ایک آیت کا مطالعہ جدید علوم کی روشنی 33

- عالمین کیا ہے 33
- رب العالمین نے ہمیں کن نعمتوں سے نوازا؟ 41
- ہر شے کا خالق ومالک اللہ ہی ہے 48
- انسان، ایک زندہ معجزہ 49
- ہماری پیدائش سے پہلے ہم پر اللہ کی احسانات اوراس کی ربوبیت 54
- اللہ کی شان خلاقیت اور بچے صورت گری 55
- اللہ کی ربوبیت، بچے کے پیدا ہونے سے پہلے 57

www.drhasanrizvi.org

□ خودشناسی، خداشناسی 61

□ آنکھیں 62

□ جسم کے اندر کیمیکل پلانٹ 65

□ ناک، سانس لینے اور خوشبو یا بدبو کو محسوس کرنیکا ذریعہ 67

□ دماغ جسم کا سربراہ 70

□ ایڈرینل گلینڈز 73

□ دل 75

□ پیچوٹری گلینڈ 76

□ ہائی پوتھیلیمس گلینڈ 78

□ تھائی رائیڈ گلینڈ 80

□ مالک کا مال 83

سورہ حمد کی تفسیر وفضائل 87

www.drhasanrizvi.org

سورۂ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

اللہ کے نام پاک سے ہے آغاز ہمارے کاموں کا
بے مثل محبت ہے جس کی جو رحم و کرم میں ہے یکتا

سب حمد اسی کو زیبا ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا
سب سورج چاند ستاروں کا سب جانوں کا بے جانوں کا

بے تھاہ سمندر رحمت کا سرچشمہ مہر و محبت کا
خالق ہے عمل کی قوت کا اور مالک روزِ قیامت کا

ہم بندے تیرے اے آقا تیری ہی عبادت کرتے ہیں
توفیق اطاعت جوشِ عمل کی تجھ سے ہی چاہت کرتے ہیں

ہاں راہ دکھا اس منزل کی جو منزل فتح نصرت ہے
اسلاف نے جس پر چل کر پائی دونوں جہاں کی نعمت ہے

وہ راہ نہ ہو گمراہوں کی جو تیرے غضب میں آئے ہیں
ناکامی اور ہلاکت کے دکھ درد جنھوں نے پائے ہیں

www.drhasanrizvi.org

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں ، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے ، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے ، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو ، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں ، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے ، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ، ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں ، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں ، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے ، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں ، سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کس بزم میں مجھ کو بار نہیں ، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

منظوم تبصرہ

شہید پروفیسر سبط جعفر

یہ ہے تفسیرِ اہلبیت نبیؐ
کاوشِ ڈاکٹر حسن رضوی

کتنی تفسیروں کا نچوڑ ہے یہ!
نور و انوار و مجمع و صافی

فصل برہان و روح اور بتیان
اور کبیر و نمونہ و کافی

ہے یہ تفسیرِ اہلبیت مگر
ہیں تفاسیرِ اہلسنت بھی

غیر مسلم حوالہ جات بھی ہیں
کیا ہنود و یہود و عیسائی

www.drhasanrizvi.org

ہیں حقیقت میں ڈاکٹر رضوی
آبرو ملک و دین ملت کی

لے کے جائیں گے حوضِ کوثر تک
فکرِ قرآن و اہلبیتِ نبیؐ

یہی مقصودِ حدیثِ الثقلین(۱)
کیجئے اتباع دونوں کی

(یہ نظم دوران حج مکہ معظمہ میں لکھی گئی)

(۱) جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ''تم میں دو بے حد قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز بھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔'' (صحیح مسلم)

www.drhasanrizvi.org

سورۂ حمد کا مطالعہ
جدید علوم کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن رحیم ○

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے جو
سب کو بے حد فیض اور فائدے پہنچانے والا رحمان و
مہربان اور بے حد رحم کرنے والا رحیم ہے۔''

الحمد للہ رب العالمین○

''تمام تعریف اسی اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔''

تفسیر:۔ مطلب یہ ہے کہ کائنات کا خالق بھی خدا ہے اور اس کا پالنے والا مالک بھی خدا ہے۔ یعنی اس کا قائم رکھنے والا بھی خدا ہے۔ اس لیے ہندوؤں کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ کائنات کا خالق برہما جی ہیں اور پالنے والے اور قائم رکھنے والے وشنو جی اور موت زندگی دینے والے شیوا جی ہیں۔

رب العالمین کہہ کر خالص توحید کی تعلیم دی جارہی ہے، اور ہر قسم کے شرک کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ رب العالمین ماننے کے بعد انسان فطری طور پر خدا کی اطاعت پر تیار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کتا بھی جس کا کھاتا ہے اسی کیلئے دم ہلاتا ہے۔ انسان تو صاحب عقل ہے۔ وہ کیوں کر

اپنے پالنے والے مالک کی اطاعت نہ کرے گا! جس کا کھائے گا اسکے گن کیوں نہ گائے گا؟

وہ ہر وقت ہمارا نگراں ہے:۔

ہمارے ہوائی جہاز باوجود پوری کوششوں کے ہر روز ٹکراتے اور گرتے رہتے ہیں۔ جبکہ کروڑوں عظیم الشان چاند سورج اور ستارے جو بڑی بڑی زمینیں ہیں اور بجلی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز چل رہی ہیں اور کرڑوں سال سے چل رہی ہیں، ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی آنکھ ہے جو ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کائنات کی ہر چیز اپنی نماز (یعنی قانون اطاعت پر) اپنے نظم وضبط اور اپنے فرائض کو خوب جانتی ہے۔'' (سورۂ نور، آیت:۱۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ کا ایک دن ہمارے ہزار سال کے برابر ہے۔'' (سورۂ حج)

''ایسے دن بھی ہیں جو تمہارے پچاس ہزار سال کے برابر ہیں۔''

(سورۂ معارج)

معلوم ہوا کہ تمام جہانوں کا کوئی پالنے والا مالک ہے جو ان کو تباہیوں سے بچا رہا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ ''خدا ان کی حفاظت کرنے سے نہیں تھکتا (کیونکہ) وہ بے حد بلند اور عظیم (قوت وحکمت والا ہے) ہے۔''

(آیت الکرسی)

www.drhasanrizvi.org

پھر خدا کی رحمت دیکھئے کہ ہماری زمین نہ تو اتنی تیز کشش رکھتی ہے کہ ہم پیر تک نہ اٹھا سکیں اور نہ اتنی کم کشش رکھتی ہے کہ ہلکی سی آندھی سے ہمارے گھروں کی چھتیں اڑ جائیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ ''ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔ (سورۂ قمر، آیت:۴۹)

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اگر انسان کائنات عالم کے نظام کو جو رات دن اس کے سامنے چل رہا ہے، جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ اس پر اپنی عقلِ سلیم استعمال کرے، تو وہ لازمی طور پر اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ عظیم الشان نظام کسی قادرِ مطلق، حکیمِ مطلق، رحمٰن ورحیم، رب العالمین کے زیرِ نگرانی چل رہا ہے۔ (تفہیم)

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
(اقبال)

یہ سارا نظام عالم از خود چل رہا ہے کہ یہ از خود اپنے آپ پیدا نہیں ہوا ہے۔ نہ از خود چل رہا ہے اور نہ از خود باقی رہ سکتا ہے۔ جبکہ اس نظام میں ایک زبردست لازوال نظم وضبط، تسلسل، باقاعدگی، انضباط، انتظام پایا جاتا ہے۔ اس لیے ماننا پڑے گا:

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ایک معمولی سی گھڑی بھی بغیر کسی ماہر فن کے نہ بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے: تو بھلا اتنا بڑا نظامِ کائنات از خود کیسے بن سکتا ہے؟ اور از خود

www.drhasanrizvi.org

کیسے چل سکتا ہے؟ کون ہے جو زمین و آسمان کو اور اس پورے نظام کو تھامے ہوئے ہے؟

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے، وہی خدا ہے، وہی خدا ہے

اللہ ہی ہے جو سورجوں اور سیاروں کے درمیان اسیک خاص تناسب کے فاصلوں کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ تمام سیاروں کو ایک خاص مناسب رفتار سے چلا رہا ہے۔ ان سیاروں کو باقاعدگی سے طلوع و غروب کرا رہا ہے۔ اسی میں ان کے درمیان ایک ترتیب سے رات دن آ رہے ہیں۔ اسی کی وجہ سے ایک برتر قانون کے اندر جکڑے ہوئے ہیں۔ گرمی سردی برسات کیسے مناسب مقدار میں آتی جاتی رہتی ہے۔ یہ تمام باتیں خدا کی قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

انسان کو کس نے یہ عقل دی ہے کہ وہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ جاڑ کر، ان میں لوہے کی کیلیں ٹھونک ٹھاک کر، ان پر لوہے کی چادر چڑھا کر کشتی بناتا اور گہرے سمندروں کے عظیم فاصلوں کو طے کر لیتا ہے؟

پھر کون ہے جو پھرے سمندروں کو ان کی حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا؟ کون ہے جو سمندروں کو گرمی فراہم کر کے بھاپ کے بادلوں کو اوپر لے جاتا ہے۔ پھر وہاں سردی مہیا کر کے بادلوں کی شکل دے کر ہوا کے دوش پر اڑا اڑا کر دور دراز کے خشک علاقوں میں پہنچا کر بارشیں برساتا ہے؟ اسی طرح دریا بہا بہا کر مردہ زمینوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح انسانوں،

درندوں، چرندوں اور پرندوں کو ان کی روزی فراہم کر دیتا ہے۔

یہ سارے انتظامات اسی قادرِ مطلق کی حکمت و رحمت و مالکیت و حاکمیت کو بتا رہے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''خدا کے سارے کے سارے کام عجیب و غریب ہیں، حیرتناک ہیں، راز ہی راز ہیں۔ اس طرح خدا نے اپنے بندوں پر اپنی حجت تمام کی ہے اور اس طرح خدا نے اپنی حکمت، ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت کی پہچان کروائی ہے۔''

حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا:

''عبادت یہ نہیں کہ کثرت سے نمازیں پڑھی جائیں اور لمبے لمبے رکوع کھینچے جائیں بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کی تخلیقات، اس کے کاموں اور نشانیوں پر غور و فکر کیا جائے۔'' (الکافی)

یہی غور و فکر معرفت ایمان و یقین تک لے جاتا ہے۔ توحید کو سمجھاتا ہے۔ شرک کی نفی کرتا ہے۔ مثلاً اگر اس سارے نظام کی بنانے اور چلانے والی کئی ہستیاں ہوتیں تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ ایک ذات ان تمام کاموں کے لیے کافی نہ تھی۔ وہ ایک بنانے والا بے بس تھا تو ایسے کئی ناقص بے بس اور عاجز خدا ایسی عظیم کائنات بنا ہی نہیں سکتے۔ پھر ساری کائنات میں صرف ایک نظام کا چلنا اور اس نظام میں بلا کی ہم آہنگی با قاعدگی کا ہونا

www.drhasanrizvi.org

واضح طور پر بتا رہا ہے کہ یہ ساری کی ساری کائنات کسی ایک خالق، مالک، صانع، پالنے والے رحمٰن ورحیم کا کارنامہ ہے۔

زمین وآسمان کی یہ تمام تخلیقات خدا کے وجود اور حکمت ورحمت کا منہ بولتا علمی ثبوت ہیں۔ کیونکہ کوئی مخلوق بغیر خالق کے وجود میں نہیں آسکتی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

''خدا کا دیدار ایمان کی روشنی میں عقل کے ذریعے کیا جاسکتا ہے کیونکہ عقل خدا کا اثبات بالکل اسی طرح کرتی ہے جس طرح آنکھ دیکھ کر کسی چیز کو مان لیتی ہے۔ اس لیے خدا کی تخلیقات ہی خدا کی نشانیاں اور دلیلیں ہیں۔ ان کو دیکھنا خدا کی لکھی ہوئی کتاب کو پڑھنا ہے اور خدا کی عظمت (رحمت و رحمانیت) اور ربوبیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور سمجھنا ہے بلکہ خود خدا کو دیکھ لینا ہے۔'' (الحدیث)

ایک منکرِ خدا نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کیا خدا اس پر قادر نہیں ہے کہ خود کو دکھادے؟

امامؑ نے فرمایا:

''تم خدا سے ایسی بات طلب کر رہے ہو جو امر محال ہے (ناممکن ہے) کیونکہ خدا کی ذات ہماری آنکھوں سے بے حد بلند ہے۔ ہماری آنکھیں اس کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ نہ ہمارے ہاتھ اس کو چھو سکتے ہیں۔ اس لیے خدا کی ذات ہمیشہ ہمارے لیے حجاب

www.drhasanrizvi.org

میں رہے گی۔" (کتاب: امام جعفر صادقؑ، مصنفہ محمد ابوزہرہ مصری)

نوٹ:

اللہ کو دیکھنا تو بہت بڑی بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان دنیا میں موجود بے شمار مادی اشیاء کو بھی دیکھنے سے قاصر ہے۔ بہت سی آوازوں کو ان کی موجودگی کے باوجود سننے سے معذور ہے۔ کشش ثقل، روشنی کی چھ (۶) اقسام، الٹرا ساؤنڈز اور انفرا ساؤنڈز انسان کی حد بصارت سے بالاتر ہیں۔

کیا یہ ساری کائنات اتفاقاً پیدا ہوگئی؟:۔

اتفاقات بھی ایک اہمیت ضرور رکھتے ہیں مگر اتفاقات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوگیا کہ سارے کے سارے اچھے اتفاقات ہوتے چلے گئے؟ ہر اتفاق تعمیری ہی ہوا۔ کوئی تخریب نہ ہوئی۔ پروفیسر ولیم میکر ائڈ نے لکھا: "کیا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ سوچ سکتا ہے کہ کائنات میں یہ نظم وضبط یہ باقاعدگی تمام عناصر کی اتفاقاً ملاوٹ سے پیدا ہوسکتی ہے؟"

فرانس تھامس (عظیم سائنس دان) نے لکھا: "حقیقت یہ ہے کہ تمام قریب و دور کی چیزوں کو ایک لازوال طاقت نے مخفی طور پر ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے۔ جب تم ایک پھول کو چھیڑو گے تو آسمان پر کوئی ستارہ کانپ اٹھے گا"

www.drhasanrizvi.org

حقیقت ایک ہے ہر شے کی نوری ہو کہ ناری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں
(اقبال)

ایک مغربی مفکر نے لکھا: ”یہ خیال کہ ایک اعلیٰ دماغ کائنات کے اندر اور باہر مصروف عمل ہے ایک نہایت معقول اور قابل یقین تصور ہے۔.....“

برنارڈ شا نے لکھا: ”کئی سال بعد انسانی عقل اتنی ترقی کر چکی ہوگی کہ ہماری موٹروں اور ہوائی جہازوں سے ہزاروں گنا بہتر تیز رفتار والی سواریاں ایجاد ہو چکی ہوں گی۔ جس طرح آج پتھر کے زمانے کے آلات اور برتن میوزیم میں سجائے جاتے ہیں، اسی طرح اس زمانے میں ہمارے ہوائی جہاز زمانہ جہالت کی یادگار کے طور پر عجائب گھروں میں رکھے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ہم جب کسی دلیل یا منظر کو مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر ویسی ہی دلیل پھر لے آتے ہیں۔“ (القرآن)

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون
(اقبال)

خدا کی رحمانیت کو دیکھئے کہ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو سورج کی گرمی سے پوری زمین پر آگ بھڑک اٹھتی۔ جاگتے جاگتے دماغ پھٹ جاتے۔ اسی

www.drhasanrizvi.org

لیے روشنی کی طرح رات کا اندھیرا بھی خدا کی رحمت ہے۔ خدا فرماتا ہے:

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے زمین پر سایہ پھیلا دیا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو سائے کو ساکن بنادے۔'' (فرقان، آیت: ۴۲)

کتنی عجیب بات ہے کہ جب رات ہوتی ہے عین اسی وقت ہمارے سورج سے لاکھوں گنا بڑے سورج فضاؤں میں موجود ہوتے ہیں، مگر ان کی موجودگی میں بھی ہم پر اندھیرا چھایا رہتا ہے! (سبحان اللہ)

عظیم جرمن فلسفی نطشے جو خدا کو نہیں مانتا تھا لکھتا ہے: ''مجھے دو چیزیں سخت حیران کرتی ہیں۔

(۱) انسان کے اندر اچھائی اور برائی کا احساس (یعنی ہر ملک رنگ قوم کا آدمی اپنے دل کے اندر بہت سی چیزوں کو اچھا اور بہت سی چیزوں کو از خود برا سمجھتا ہے۔)

(۲) اور دوسری جو مجھے حیران کرتی ہے وہ تاروں بھرا آسمان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے ہر انسان کے اندر اچھائی اور برائی کا الہام کر دیا ہے۔'' (القرآن)

عظیم سائنس دان آئن اسٹائن لکھتا ہے: ''جو انسان کائنات کی تخلیق پر تعجب کرتے ہوئے نہیں ٹھہرتا وہ اصل میں مردہ ہے۔ اس لیے اس کی آنکھیں اور عقل بند ہو چکی ہیں۔''

کیا ہے تجھ کو مدرسے نے کور ذوق ایسا
کہ بوئے گل سے بھی تجھ کو ملا نہ گل کا سراغ

www.drhasanrizvi.org

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا یہ لوگ زمین و آسمان کی تخلیات پر غور نہیں کرتے۔ شاید ان کی موت قریب آ گئی ہے۔'' (سورہ اعراف آیت: ۱۸۵)

خدا کی قدرت کا کمال دیکھئے کہ ایک حقیر ذرہ برقی سے ساری کائنات عالم بنا ڈالی۔ ارب در ارب انسان پیدا ہو چکے ہیں مگر ایک چہرہ دوسرے چہرے سے نہیں ملتا۔ ایک کا دماغ دوسرے کے دماغ سے نہیں ملتا۔ ایک انسان کا مزاج اور ذوق دوسرے انسان سے نہیں ملتا۔ پھولوں، پرندوں، چرندوں، درندو کی بے شمار قسمیں رنگ اور شکلیں، وہ بھی سب کے سب الگ الگ حیران کن خصوصیات رکھتی ہیں۔ یہ کائنات کوئی مشین نہیں بلکہ کسی شاعر کا زبردست خیال معلوم ہوتی ہے۔ اس کائنات میں ایک عظیم دقیق صناعی سے عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے۔ اے رب تیرے کام کس قدر حیران کن ہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ سے صرف علماء (فطرت) ہی مرعوب ہوتے ہیں۔'' (القرآن)

اللہ کا لفظ الـــہٗ سے بنا ہے جس کے معنی حیران ہونا ہے۔ یعنی اللہ کی ذات کے کمالات ایسے ہیں کہ ہر شخص حیران ہے۔ جناب رسول خداؐ کی یہ دعا تھی کہ ''مالک اپنے بارے میں میری حیرانی میں اور اضافہ فرما۔''

جو جس قدر خدا کی تخلیقات پر حیران ہے، اس قدر خدا کی معرفت رکھتا ہے۔ اسی قدر خدا سے مرعوب ہے۔ اسی قدر خدا کی نعمتوں کا قائل ہے۔

www.drhasanrizvi.org

کتنی عجیب بات ہے کہ چاند، سورج، ستاروں کی گردش میں انسان کے دل کے دھڑکنے میں اور نظام تنفس میں، ایک زبردست تناسب اور حیرت انگیزی ہم آہنگی، عجیب وغریب نظم وضبط co-relation پایا جاتا ہے۔ اس میں ذرا سا بھی خلل ہو جاتا ہے تو ہر چیز درہم برہم ہو جاتی ہے۔

غرض یہ کائنات کیا ہے؟ ایک بالکل ٹھیک اور مناسب طریقے سے باندھا ہوا نظام (system) ہے۔ اس لیے ساری کائنات میں زبردست نظم وارتباط ہے۔ ساتھ ساتھ خوشگوار اختلاف بھی ہے۔ یہ ایک صداقت ہے جس کی لاکھوں تفسیریں اور دلیلیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ نے آسمان کی فضا میں اٹھا کر کائنات عالم میں توازن پیدا کر دیا ہے۔'' (سورہ رحمٰن)

سموئیل راجرز لکھتا ہے: ''ہم حیران ہیں اور فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس چیز کی زیادہ تعریف کریں؟ اس حسابی عدل وتوازن کی جو فطرت کے اندر موجود ہے یا اس خوبصورت ساخت کی جو کائنات کی ہر چیز میں پایا جاتا ہے۔''

اسی لیے جناب رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے۔

''رب زدنی تحیرا فیک''

''خدایا اپنے بارے میں میری حیرانی کو بڑھاتا چلا جا۔''

www.drhasanrizvi.org

آئن اسٹائن نے لکھا: ''کائنات پر ایک عظیم شعور کی حکومت ہے۔ خواہ یہ شعور کسی ماہر ریاضیات کا ہے یا کسی عظیم مصور یا شاعر کا۔ یہی وہ حقیقت ہے جو اس کائنات کو معنی خیز بناتی ہے۔ ہماری زندگی میں معنی، گہرائی اور رونق پیدا کرتی ہے۔ ہماری امیدوں کو بڑھاتی ہے۔ پھر جب ہمارا علم کامیاب ہو جاتا ہے تو ہمیں یقین کی قوت بخشتی ہے۔''

نظریہ کوئنٹم کے موجد پروفیسر پلنک نے لکھا: ''میں شعور کو ایک بنیادی حقیقت سمجھتا ہوں اور مادہ کو شعور کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ ہم اس شعور سے آگے نہیں جا سکتے۔ جس چیز کو ہم ذکر کرتے ہیں یا جس کو موجود تصور کرتے ہیں، اسکا موجود ہونا کسی عظیم شعور ہی پر منحصر ہے۔''

سر جیمز اپنی کتاب ''پراسرار کائنات'' میں لکھتے ہیں: ''کائنات مادی تشریح کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پوری کائنات کی حقیقت ایک خیال (ارادہ) سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ شعور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اتفاقاً مادہ کی دنیا میں داخل ہو گیا ہو بلکہ یہی شعور مادہ کی دنیا کا خالق مالک ہے اور حکمران ہے...... کیونکہ اب مادہ ایک بے حقیقت چیز ثابت ہو چکا ہے۔ اسلئے یہ کائنات ایک ایسی عظیم ہستی کا پتہ دے رہی ہے جو ہمارے شعور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ غرض کائنات کی آخری حقیقت ایک عظیم شعور ہے۔ اسلئے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ کائنات کے خالق کا شعور ہماری طرح خدا شناس اور خود آگاہ ہے۔ اسی شعور یا شخصیت نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔''

www.drhasanrizvi.org

قرآن نے اس شعور کو خدا کا ارادہ فرمایا ہے:

''جب وہ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا کہ ہو جاؤ اور ہر چیز فوراً ہو جاتی ہے۔'' (سورہ یٰسین)

عظیم فلسفی ڈریٹس Drates لکھتا ہے: ''ساری کائنات ایک انٹی لیجی (شعور) ہے جسے لوگ خدا کہتے ہیں اور سائنس داں پوری کائنات کو ایک زندہ جسم قرار دیتے ہیں۔''

خداوند عالم فرماتا ہے:

''جو کچھ زمین و آسمانوں میں موجود ہے وہ سب اللہ کے ایک ادنیٰ غلام کی طرح اس کا تابعدار ہے۔'' (قرآن)

گویا اب بڑے بڑے سائنسدانوں نے بھی مان لیا ہے کہ کائنات کی حقیقت ایک شعور پر مبنی ہے۔ یعنی سائنسدانوں نے خود اپنے بنائے ہوئے اس بت کو خود توڑ دیا کہ کائنات کی حقیقت صرف مادہ ہے۔ کیونکہ جدید سائنس نے مادے کو کبھی ٹھوس، سادہ اور روشن حقیقت سمجھ رکھا تھا، اب وہ تصور باقی نہ رہا۔ اب مادہ ایک بے حقیقت چیز ثابت ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر جوڈ نے لکھا: ''جدید مادہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہاتھ نہیں آسکتی اور وقت کے مرکب کا صرف ایک ابھار ہے۔ یہ برقی روشنی کا ایک جال ہے۔ یہ امکان کی ایک لہر ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے فنا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہم اسے مادے کے بجائے دیکھنے والے کے شعور کا ایک پھیلاؤ سمجھتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

لیجئے مادے کی حقیقت وہی ثابت ہوگئی جو غالب نے ایک مصرعہ میں فرمائی تھی۔

ہر چند کہیں ہے کہ نہیں ہے

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان کا نطفہ آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، فاسفورس، پوٹاشیم اور چونے فولاد سے مل کر بنا ہے۔ ان میں سے کسی چیز میں عقل ہے نہ احساس۔ اب یہ کس کا فن تعمیر وتخلیق ہے کہ ان بے جان، بے حس، معمولی سی چیزوں میں حس حواس، احساس و عقل، شعور و ادراک جیسی اعلیٰ نازک چیزیں پیدا کر دیتا ہے؟

خداوند عالم فرماتا ہے:

"ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے بنایا اور پھر اس کو سننے سمجھنے اور دیکھنے والا بنا دیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں (کہ وہ ہماری اطاعت کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟)

خدا کی رحمانیت اور ربوبیت کا ایک کرشمہ دیکھئے۔ تمام لوگوں کے جسم میں پٹھے ہوتے ہیں جو وقت ضرورت رگوں کا منہ بند کر لیتے ہیں۔ مثلاً ایک طالب علم پڑھ رہا ہے۔ اس وقت اس کے دماغ کو خون کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور پیٹ کو کم خون چاہئے ہوتا ہے۔ اس لیے پیٹ کی رگوں کے منہ ازخود بند ہو جاتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ خون دماغ کی طرف چلا جاتا ہے۔ جب رات کو اگر ہم کوئی آہٹ محسوس

www.drhasanrizvi.org

کرتے ہیں تو فوراً سانس روک کر پھیپھڑوں کا خون کان اور دماغ کی طرف بھیجتے ہیں تاکہ آہٹ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

ہمارا دماغ کھوپڑی کی مضبوط قلعے میں پانی کے اندر تیر رہا ہے۔ اس پانی کا فائدہ یہ ہے کہ اچھل کود سے ہماری کھوپڑی کی دیواروں سے نہیں ٹکراتا۔

خدا کی ربوبیت ورحمانیت کی ایک شان:۔

اس نظام میں کبھی کوئی غلطی بدنظمی نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس نظام کو دیکھ کر انسان کا تخیل کپکپا اٹھتا ہے۔

پھر عالم نباتات میں کس قدر تنوع (variety) پایا جاتا ہے۔ لاکھوں قسم کے پودے ہیں۔ ہر ایک کی شکل صورت، رنگ، خصوصیات، ذائقہ الگ الگ ہے۔ پھر یہ سارے کے سارے پودے بے رنگ بے ذائقہ پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر کس قدر رنگ اور حسن لیے ہوئے ہیں۔ کس قدر حسن و جمال رکھتے ہیں اور ہماری غذا کا سامان بھی ہیں۔ زندگی کی بقاء کا سبب بھی ہیں۔

''ہم نے حسن و جمال پیدا کیا۔ اس طرح کہ ہر چیز کو درست بنایا، ہر چیز کو پیدا کر کے اس کو ایک خاص دستورِ عمل دیا۔ پھر چراگاہیں اور مرغزار اگائے۔'' (سورہ اعلیٰ ۴)

www.drhasanrizvi.org

دنیا میں جتنے آرٹسٹ آپ دیکھیں گے تو ان کے پاس بے شمار رنگ ہوتے ہیں جو وہ اپنے برش میں لگا لگا کر رنگین تصویریں بناتے ہیں۔ یہ کیسا عجیب آرٹسٹ ہے جو بے رنگ اور بے ذائقہ پانی سے طرح طرح کے رنگین پھل پودے، سبزیاں اور ذائقے پیدا کیے چلا جا رہا ہے۔ کھرب در کھرب پودے پھل سبزیاں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ جن کے رنگ خصوصیات سب مختلف ہیں، شکل وصورت بھی مختلف ہے۔ ذائقے اور فوائد بھی مختلف (سبحان اللہ)

www.drhasanrizvi.org

سورۂ فاتحہ.....ایک اور زاویہ

الحمدلله رب العالمین.

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔"

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ کی شان خلاقیت کو دیکھ کر انسان صرف تعریف ہی کر سکتا ہے۔ Suggestion` Improvmement یا Comment نہیں کر سکتا۔ اس لیے "الحمداللہ" کہنا۔ اس کی ذات کا اقرار کرنا، اس کی زبردست تخلیق پر صرف اس کی تعریف کرنا ہے۔

پہلی ہی آیت انسان کی فکر کو اس دنیا کی فکر سے بلند کر دیتی ہے جب وہ یہ کہتا ہے "رب العالمین" جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

انسان صرف اس ایک دنیا ہی کو ابھی تک مکمل طور پر نہ جان سکا نہ سمجھ سکا۔ نہ ہی مخلوقات کی تعداد اور اقسام کا بالکل صحیح اندازہ لگا سکا۔ ان کو مکمل طور پر جاننا تو دور کی بات ہے۔ اس دنیا کی اتنی وسعت ہے جو انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے اس کے باوجود اللہ کی معرفت کی پہلی ہی آیت انسان کی فکر کو اس سے بھی بلند کر دیتی ہے۔ اس جیسے نامعلوم اس سے بھی بہتر کتنے عالمین ہیں جو نہ صرف تخلیق ہوئے بلکہ پل بھی رہے ہیں۔ یہاں تعریف

www.drhasanrizvi.org

صرف تخلیق کی نہیں ہے، تخلیق کے بعد پالے جانے کی ہے۔ Sustain رکھنے کی ہے۔

تمام انسانی ایجادات Evolve ہوئیں۔ چھوٹی سے چھوٹی ایجاد کا پہلے ایک ماڈل آیا پھر دوسرا، چیزیں تبدیل ہوتی چلی گئیں آگے بڑھیں اور پچھلی ناقابل استعمال ہوگئیں جیسے گاڑی کے پرانے ماڈل اب استعمال کے قابل نہیں۔ جہازوں حتیٰ کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز جیسے سلائی مشین یا فون وغیرہ تک اپنے استعمال کے اعتبار سے بہتر ہوگئے اور اب پرانی چیز کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

یہ اس لیے ہوا کہ جیسے جیسے علم بڑھا، چیزیں بہتر ہوتی گئیں لیکن اللہ کی کائنات، زمین پتھر، درخت، انسان، پہاڑ کروڑہا سالوں سے اپنی اُسی نوعیت پر قائم ہیں، انسان کا بنیادی ڈھانچہ اور جسمانی نظام، سب ویسے ہی ہیں، اور نہ صرف ویسے ہیں بلکہ ہر دور میں ان کا الگ طرح استعمال کیا گیا اور اس کی اہمیت وقت کے اعتبار سے بدلتی رہی۔

یہ اس لیے ہوا کیونکہ خالق نے پورے اور مکمل علم کے ساتھ نہ صرف تخلیق کیا بلکہ اس کو قائم رکھا۔ جیسے پہلے زمانوں میں پانی صرف پینے اور آب پاشی کے لیے استعمال ہوا۔ پھر اس کو دفاع کے لیے استعمال کیا گیا، پھر بجلی بنانے کے لیے استعمال کیا گیا اور تجارت اور سفر کے لیے استعمال کیا گیا۔

www.drhasanrizvi.org

زمین کو پہلے حقیر سمجھا جاتا تھا، بے قیمت لیکن آج Investment سمجھا جاتا ہے۔ زرخیز زمین سے دولت کمائی جاتی ہے۔ زمین سے معدنیات حاصل کر کے انسان کہاں سے کہاں پہنچ گیا، پہاڑوں کو پانی ذخیرہ کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا جانے لگا، سیاحت کا مقام بن گیا۔

جنگلوں کو درختوں کو بے قیمت سمجھا جاتا تھا۔ اب ایک ایک پودے کی حفاظت کی جاتی ہے، قیمت لگائی جاتی ہے۔ یوں اللہ کی تخلیق جو اس نے اپنے علم کی بنیاد پر برقرار رکھی۔ اس میں کسی بنیادی تبدیلی Modification کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس نے انسان کو اپنے جدید تقاضوں سمیت بھی اپنے اندر ہی سجا لیا۔ اس لیے انسان اس ماحول، اس Frame Work کی صرف تعریف ہی کر سکتا ہے وہ بھی ناقص۔

کسی بھی تخلیق کو برقرار رکھنا اس کی تخلیق سے زیادہ مشکل کام ہے، اس کے لیے اس کے خالق کا Sustain رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ ایک چیز کو پالنے کے لیے اس چیز کو باقی رکھنے والی چیزوں کا مسلسل اور بروقت مہیا ہونا ضروری ہے اس۔ لیے ایک چیز کو باقی رکھنے کے لیے بہت سادی دوسری چیزوں کو نہ صرف تخلیق کرنا بلکہ ان کا مسلسل مہیا رکھنا ضروری ہے۔ اسی لیے خالق کا خود اپنے پورے علم اور طاقت کے ساتھ باقی رہنا لازمی ہے ورنہ نہ ضروریات پوری ہوں گی اور نہ کوئی چیز بچے گی۔

کس چیز کو پالنے کے لیے وہ ذات کسی دوسری ذات یا ہستی کی محتاج

www.drhasanrizvi.org

نہیں ہے جیسے ایک انسان اگر اچھی گاڑی بناتا ہے تو وہ محتاج ہے دوسرے لوگوں کے علم کا کہ وہ ایسی سڑک ایسی Seats وغیرہ Associated بنائیں جو اس کی Techonolgy کے مطابق ہو جبکہ اللہ خود اپنی ذاتی طاقت قدرت پر تمام عالمین کو باقی رکھے ہوئے ہے۔

ہم کہتے ہیں: ''السلام علیک یا رسولؐ'' یعنی آپؐ پر ہمارا سلام ہو یعنی آپؐ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں جبکہ ہم اللہ کے لیے ''السلام علیک یا اللہ'' نہیں کہتے کیونکہ اللہ کو کسی رحمت کی کوئی احتیاج نہیں ہے جبکہ رسولؐ ایک مخلوق ہے عبد ہے۔ ایک مخلوق اپنے خالق کو اور ایسے زبردست خالق کو جس کو کسی چیز کی احتیاج نہ ہو صرف تعریف کا ہی تحفہ دے سکتی ہے۔

مالک یوم الدین۔

''روز جزا کا مالک ہے''

مالک تو وہ تمام عالمین کا بھی ہے لیکن لفظ مالک سے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ اس دن ہر ایک فیصلہ مالک کی حیثیت سے کرے گا۔ کوئی اس کو Challenge نہیں کر سکتا۔ مالک وہ عالمین کا ہے لیکن روز جزا سے پہلے اس نے اپنے آپ کو عالمین کا پالنے والا کہا، باقی رکھنے والا۔ اس لیے وہ روز جزا سے پہلے وہ مالک کی حیثیت سے فیصلے نہیں کر رہا بلکہ سب کو پال رہا ہے اور باقی رکھتا ہے ایک خاص وقت کیلئے۔

اھدنا الصراط المستقیم۔

''ہماری ہدایت کرتا رہ یا ہمیں قائم رکھ سیدھے راستے پر''

www.drhasanrizvi.org

ایک تو راستہ اور وہ بھی سیدھا۔ کسی بھی منزل پر پہنچنے کے لیے راستہ یا طریقہ تلاش کرنا یا اختیار کرنا ضروری ہے یا کسی بھی خواہش کی تکمیل کے لیے راستہ اختیار کرنا یا کوشش کرنا، ترکیب کرنا ضروری ہے۔ جیسے روزی کمانا، تجارت کرنا، نوکری کرنا وغیرہ راستے ہیں۔ منزل تو اہم ہے ہی۔ اللہ بتا رہا ہے کہ صحیح راستہ یا ذریعہ بھی اختیار کرنا ضروری ہے اور اللہ کا راستہ سیدھا ہے۔

Straight ہونے کے فوائد:۔

۱...... کسی بھی دو نقطوں کے درمیان سب سے چھوٹا راستہ سیدھا ہوتا ہے۔ یعنی سیدھا راستہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے اور سب سے آسان ہوتا ہے۔

۲...... انسان کو آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔

۳...... سیدھ لائن یا Straight Line کی Definition یہ ہے کہ ایسے نقطوں کا مجموعہ (لائن) جس کا ہر نقطہ اپنے پہلے نقطے سے اس Angle پر ہو جس پر اس سے پہلے والا نقطہ ہے۔ اس کو کہتے ہیں Straight Lline اب اللہ کا راستہ سیدھا ہے۔

اس سے مندرجہ ذیل معانی نکل سکتے ہیں۔

۱...... یعنی اس دین کی بنیاد پہلے دن سے ایک ہی حقیقت پر مبنی ہے اسی لیے پچھلے نبی کی تصدیق بھی کرتا ہے اور وہی پیغام

www.drhasanrizvi.org

کرآتا ہے۔

۲..... اللہ نے اپنے دین کو راستہ کہا۔ راستہ پر جب آدمی چلتا ہے تو اس میں ہر آن منزل کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ یعنی دین پر عمل کرنا ہر آن انسان کو معبود کی طرف بڑھاتا ہے، روکتا نہیں ہے۔

''ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا رہ'' کے بعد یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر نعمتیں نازل کیں اوران کا نہیں جن پر غضبناک ہوا؟۔ یہ لیے کہ ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے ہوسکتا ہے کسی ٹیڑھے راستے کو سیدھا سمجھ رہے ہوں۔ جیسے ہم کسی بھی لائن کو Free Hand Draw کریں تو سیدھی معلوم ہوتی ہے جبکہ بہت ٹیڑھی ہے۔ اس لیے دعا کی کہ ہم کمزور ہیں ٹیڑھے کو سیدھا سمجھ سکتے ہیں ہم میں اتنی بھی طاقت نہیں ہم عاجز ہیں لیکن تو ہمیں بچالینا اور صرف نعمت والوں کے راستے پر قائم رکھنا اور اپنی نعمت والوں کی طرف ہدایت فرمانا تاکہ ہم غلط راستوں سے بچ کر بالکل سیدھے راستے پر قائم رہ سکیں۔

www.drhasanrizvi.org

سورۂ فاتحہ

کی صرف ایک آیت کا مطالعہ جدید علوم کی روشنی میں

الحمدللہ رب العالمین

سورۂ فاتحہ کی یہ آیت یعنی ''الحمدللہ رب العالمین'' جس دور میں نازل ہوئی، اس زمانے میں دنیا کے کسی علمی معاشرے میں کائنات کے لامحدود ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ یونان اور ہندوستان، مصر اور عراق کے بعض علاقوں میں سورج، چاند، ستاروں کی پوجا کی جارہی تھی۔ لفظ ''عالمین'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بے شمار عالموں اور لاتعداد دنیاؤں کی موجودگی کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ اس لامحدود کائنات کا مالک، خالق اور رب اللہ ہے۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ کیسا ہے، کیا ہے لیکن ہم اسے اس کی کی مخلوقات اور ان مخلوقات میں اس کی خالقیت، صناعیت اور ربوبیت کے ذریعے ''محسوس'' ضرور کرسکتے ہیں۔

عالمین کیا ہے؟

پندرہ سو برس پہلے کے انسان صرف زمین، سورج، چاند اور ستاروں

www.drhasanrizvi.org

ہی کو عالمین سمجھتے تھے۔ عالمین کی وسعت اور پھیلاؤ کا انہیں اندازہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

جب انہوں نے رب العالمین اور رحمت العالمین کی اصطلاحیں سنیں تو ان کی عظمت، بڑائی، اقتدار حکومت اور اختیارات کا تصور بھی ان کے لیے مشکل تھا۔ اللہ اور اس کے نبی کی عظمت کا اندازہ صرف انہی کو ہو سکا جنہوں نے اللہ اور اس کی عظیم سلطنت کا مشاہدہ کیے بغیر آنحضرتؐ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ وہ عظیم انسان یقیناً یہ حق رکھتے ہیں کہ قیامت تک آنے والی انسانی نسلیں ان کے جذبہ ایمانی کو سلام کرتی رہیں۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ پندرہ سو برس پہلے کے انسان کے لیے اللہ کی نشانیاں اتنی واضح نہیں تھیں جس قدر کہ آج ہمارے دور میں اللہ نے اپنی آیات ہم پر واضح کی ہیں۔ آج کا انسان دوسرے سیاروں تک پہنچ رہا ہے اور وہاں سے اس زمین کو ایک چھوٹی سی گیند کی مانند دیکھ رہا ہے۔ آج انسان کو یہ مواقع حاصل ہیں کہ وہ چاہے اور کوشش کرے تو روزانہ اللہ کی نت نئی آیات کا مشاہدہ کرتا رہے۔ اللہ کی یہ نشانیاں خود اس کے اندر بھی موجود ہیں اور اس کے وجود کے باہر بھی۔

> ”ہم عنقریب انہیں اپنی (قدرت) کی نشانیاں آسمان کے کناروں میں دکھلائیں گے اور خود ان میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی (اللہ) حق ہے۔“ (سورۂ فصلت، آیت: ۵۳)

www.drhasanrizvi.org

آج کے خلائی دور میں طاقتور ریڈائی دوربینوں، مختلف ستاروں اور سیاروں کے گرد چکر لگانے والے مصنوعی سیاروں اور خلا میں تحقیق کرنے والی سیٹلائٹس نے کائنات کا مشاہدہ کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ عالمین یا کائنات لاانتہالامحدوداور مسلسل وسعت پذیر ہے۔

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہمارا نظام شمسی جس کہکشاں سے وابستہ ہے اس کہکشاں میں کم از کم سو ارب ستارے موجود ہیں۔ یہ ننھے منے ستارے جن سے پندرہ سو برس پہلے کے صحرانشیں اور سمندر کا سفر کرنے والے راستوں کی تلاش میں مدد لیا کرتے تھے اور ان کی خلقت کا صرف یہی مقصد سمجھتے تھے، ان ''ننھے منے'' ستاروں میں سے بیشتر اتنے بڑے ہیں کہ ہماری زمین جیسی لاکھوں زمینیں اور ہمارے سورج ایسے ہزاروں سورج صرف ایک ستارے میں گم ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ ستارے زمین سے ننھے سے بلب کی طرح نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ اتنے بڑے ہیں کہ ہمارا سورج ان کے سامنے بجھے ہوئے چراغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

ہماری کہکشاں جسے دودھیا کہکشاں (Milky way) کہا جاتا ہے ایک اوسط سائز کی کہکشاں ہے۔ ہم سے قریب ترین ایک کہکشاں اینڈرومیڈا (Andro Meda) کہلاتی ہے۔ اس کہکشاں میں دو سو

www.drhasanrizvi.org

ارب سے زیادہ ستارے موجود ہیں اور ہر ستارہ اپنی جگہ ایک سورج ہے۔ جس کا اپنا الگ نظام شمسی اور سیارے ہیں۔ اس طرح کی کم و بیش دس کھرب کہکشائیں کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں، جنہیں دیکھا جاچکا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات میں موجود کہکشاؤں کی تعداد سو کھرب سے زیادہ ہے۔

بہت سے لوگ ان حقائق کو پڑھ کر مغرب کی سائنسی ترقی سے متاثر ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اللہ رب العالمین کی اس عظیم سلطنت کو دیکھ کر لرزہ براندام ہو جاتے ہیں کہ جس بادشاہ کا ملک اتنا بڑا ہے تو خود وہ بادشاہ کس قدر صاحب قوت واختیار ہوگا۔ ایسے لوگ جب اللہ سے مانگنے کھڑے ہوتے ہیں تو مانگنے میں ہچکچاتے نہیں۔ سوال کرنے سے سستی و بددلی کا مظاہرہ نہیں کرسکتے۔ سب کچھ اور جو کچھ مانگنا ہوتا ہے اسی سے مانگتے ہیں اور اپنے تمام معاملات ومسائل اسی کے حوالے کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں۔

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے:

”اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے اس سے سب سے زیادہ سوال کرنے والے ہیں۔“

وسعت کائنات کے سلسلے میں حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”تمہارے اس سورج کے آگے چالیس (یعنی بے شمار) سورج اور ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج کے درمیان چالیس

(یعنی بے شمار) برس کی راہ ہے اور تمہارے اس چاند کے آگے چالیس چاند اور اور ہیں۔ ایک چاند سے دوسرے چاند کے درمیان چالیس برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ ان سورجوں اور چاندوں میں بکثرت مخلوق آباد ہے جسے اس کی خبر بھی نہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا ہے یا نہیں۔" (بصائر الدرجات)

نوٹ: امامؑ نے سورج اور چاند کے لیے "تمہارے" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی امام کا تعلق صرف اسی نظام شمسی سے نہیں، ان کا دائرہ امامت دوسری زمینوں، سیاروں، ستاروں، کہکشاؤں اور حیات کی دوسری قسموں تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ چالیس سے مراد چالیس نہیں۔ عربی محاورے کی زبان میں جہاں بہ کثرت کہنا مقصود ہو وہاں اکثر چالیس کہا جاتا ہے۔

یہ فاصلے ممکن ہے کئی دوستوں کو تصوراتی معلوم ہوں تو جناب آج کے سائنسی حقائق یہ ہیں کہ سورج ہماری زمین سے چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کی روشنی تین لاکھ کلومیٹر (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل) فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر طے کرنے کے باوجود آٹھ منٹ بیس سیکنڈ میں زمین تک پہنچتی ہے۔ جبکہ خلاؤں میں سورج سے قریب ترین ستارے تک پہنچنے میں اس روشنی کو چار سال چار مہینے لگ جاتے ہیں۔

سورج اور زمین کا فاصلہ کائناتی فاصلوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ کائنات میں بکھری ہوئی کھربوں

www.drhasanrizvi.org

کہکشاؤں میں سے اگر ایک اوسط درجے کی کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کیا جائے تب بھی دوسرے سرے تک پہنچنے کے لیے ایک لاکھ سال کی مدت درکار ہوگی۔

آج کی جدید خلائی سائنس بھی کائنات کی وسعت کا اندازہ لگانے میں ناکام ہے کیونکہ جدید دوربینیں اور آلات بھی کائنات کی وسعتوں میں ابھی تک صرف تین سو ملین نوری سال کے فاصلے تک دیکھ سکے ہیں۔ اس فاصلے کے اختتام پر انہیں روشنی اور توانائی کے عظیم مراکز نظر آتے ہیں جنہیں ''کوازرز'' کا نام دیا گیا ہے۔اس کے آگے کیا ہے ابھی کسی کو نہیں معلوم۔

پہلے زمانے کے لوگ ان باتوں پر یقین نہیں کرتے تھے لیکن کیا کیا جائے کہ آج دنیا بھر کے خلائی اور سائنسی تحقیقاتی ادارے مجبور ہیں کہ قرآن اور چہاردہ معصومینؑ کے پندرہ سو برس پہلے کے ارشادات کی سچائی ثابت کرنے کے لیے ٹھوس حقائق اور واضح دلیلیں تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔

اب اگر ہم رب السموات والارض کی بنائی ہوئی کھربوں کہکشاؤں، اربوں ستاروں اور سیاروں، چاندوں، سورجوں، زمینوں اور ان سب کے درمیان ناقابل تصور مسافتوں کا تصور کر سکیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس عظیم

www.drhasanrizvi.org

کائنات کے مقابلے میں ہماری اس زمین کی حیثیت ایک خردبینی جرثومے، ایک وائرس سے بھی کم تر ہے۔ یہ وائرس اگر ہزاروں کی تعداد میں یکجا ہوں تو سوئی کی نوک جتنی جگہ میں بہ آسانی سما سکتے ہیں۔

اگر چہ زمین ہماری کہکشاں کا ایک اہم حصہ ہے۔ سیٹلائٹس کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا کل رقبہ انیس کروڑ انہتر لاکھ اکیاون ہزار مربع میل ہے۔ اس میں سے خشکی کا رقبہ پانچ کروڑ بہتر لاکھ انسٹھ ہزار مربع میل ہے جبکہ تیرہ کروڑ چھیانوے لاکھ بانوے ہزار مربع میل پر سمندر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا وزن ایک اندازے کے مطابق ۶۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میٹرک ٹن ہے۔ زمین اپنے مدار پر تیئس گھنٹے چھپن منٹ چار اعشاریہ نو سیکنڈز میں گردش مکمل کر لیتی ہے۔ سورج کے گرد اس کی گردش تین سو پینسٹھ دن چھ گھنٹے نو منٹ اعشاریہ چھپن سکنڈز میں مکمل ہوتی ہے۔ زمین اپنے مدار پر آٹھ سو کلومیٹر (پانچ سو میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہی ہے۔ اس کی عمر کا اندازہ ساڑھے چار ارب سال لگایا گیا ہے۔ زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ چودہ لاکھ میل یعنی چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر ہے۔ (یہ فاصلہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے) لیکن عظیم ترین کائنات کے مقابلے میں زمین کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ تو ہماری زمین کی حیثیت ہے۔ پھر اس وائرس سائز زمین پر ہم اور آپ جیسے انسان کیا حیثیت رکھتے ہیں! آپ اس کا خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ

www.drhasanrizvi.org

منفی زیرو، زیرو اور بے شمار زیرو۔

''بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آچکا ہے کہ وہ کوئی نا قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا کہ ہم اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سنتا، دیکھتا بنایا اور اسے راستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔'' (سورۂ دہر، آیت:۱تا۳)

لیکن آپ خود غور فرمائیں کہ ہماری اس نا قابل بیان حد تک کم تر حیثیت کے باوجود اللہ رب العالمین نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا، ہمیں بہترین تخلیق قرار دیا۔ ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عطا کی (خواہ وہ جنت میں گذارے یا جہنم میں) اور ہمیں زمین پر بھیجنے سے پہلے اس نے کرہ ارض کو اپنی نعمتوں اور ہماری ضروریات زندگی سے بھر دیا۔

''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا تو اس سے باغ (کے درخت) اگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا بور باہم گتھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ تم کو روزی دینے کے لیے (پیدا کیا) اور (پانی ہی سے) ہم نے مردہ شہر (افتادہ زمین) کو زندہ کر دیا اور اسی طرح (قیامت میں مُردوں کو) نکلنا ہوگا۔''

(سورۂ ق، آیت:۹تا۱۱)

معلوم ہوا کہ خدا کی ربوبیت تمام مخلوقات عالم کے لئے ہے۔

www.drhasanrizvi.org

رب العالمین نے ہمیں کن نعمتوں سے نوازا ہے؟

ہمارا ایمان ہے کہ اگر دنیا کے سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درختوں سے قلم بنا لیے جائیں اور سارے انسان اور تمام جن مل کر اللہ کی نعمتوں کی فہرست مرتب کرنا چاہیں تب بھی وہ اللہ کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ زمین کی گہرائی سے لے کر آسمان کے کناروں بلکہ کائنات کے آخری کناروں تک کوئی جگہ اس کی نعمتوں سے خالی نہیں اور ہر چیز کے فائدے کا رخ انسان ہی کی جانب ہے۔ مثلاً گھاس پھونس اگرچہ براہ راست انسان کے لیے نہیں ہے۔ یہ جانوروں کا چارا ہے۔ جانور اسے کھا کر زندہ رہتے ہیں لیکن اس گھاس پھونس کا سب سے قیمتی جوہر، دودھ، گوشت اور کھال کی شکل میں انسان ہی کو ملتا ہے۔ پھر اس گھاس کی وجہ سے زمین کی سرسبزی رنگ بدلتے موسم، آنکھوں کی تراوٹ اور مختلف ادویات کا حصول الگ۔

"خدا ہی ایسا (قادر و توانا) ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کر ڈالے اور آسمان سے پانی برسایا پھر (اس کے ذریعے) تمہاری روزی کے واسطے (طرح طرح) کے پھل پیدا کئے اور کشتیاں تمہارے بس میں کر دیں تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چلیں اور تمہارے واسطے ندیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا اور سورج اور چاند کو تمہارا تابعدار بنا دیا کہ سدا پھیری

www.drhasanrizvi.org

کیا کرتے ہیں (یعنی کروڑوں سال سے ایک مقررہ وقت پر طلوع غرب ہوتے رہتے ہیں) اور رات اور دن کو تمہارے قبضے میں کر دیا اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا اس میں سے بہ قدر مناسب تمہیں دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔'' (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں یہ ضرور ارشاد فرمایا کہ تمام انس و جن مل کر بھی میری نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے لیکن اس نے نعمتوں کے شمار کرنے کو منع کہیں نہیں کیا۔ جتنی نعمتیں ہم اور آپ شمار کر سکتے ہیں انہیں شمار کرنے میں کیا حرج ہے! نعمتوں کو یاد کرنا، ان پر غور کرنا اور پھر ان پر شکر گزار ہونا تو ہماری اخلاقی ذمہ داری بھی ہے اور عبدیت کی حقیقت بھی۔

''یہ اس کے سمجھنے کے لیے ہے جو نعمت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے۔'' (سورہ فرقان)

''اور اس لیے بھی کہ اگر تم نے ناشکری کی تو اللہ بھی تم سے بالکل بے پروا ہے اور اپنے بندوں سے کفر اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر (ادا) کرو گے تو وہ اسے تمہارے واسطے پسند کرتا ہے۔'' (سورہ الزمر، آیت: ۷)

تو آیئے اللہ کی دی ہوئی صرف چند نعمتوں کو گننے کی کوشش کرتے

www.drhasanrizvi.org

ہیں۔ اگرچہ ہماری یہ کوشش ناکام ہوگی لیکن کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے! کیونکہ یہ جان عبادت ہے۔

صرف زمین پر موجود اس خالق حقیقی کی جاندار مخلوق کو ٹیکنالوجی کی ترقی اور جدید ترین سائنسی آلات کے باوجود مکمل طور پر شمار نہیں کیا جا سکا۔ بہر حال اب تک کی تحقیقات کے مطابق زمین پر جانداروں کی ایک کروڑ سے زیادہ اقسام (تعداد نہیں) دریافت کی جا چکی ہیں، جبکہ پودوں اور نباتات کی دریافت شدہ اقسام (تعداد نہیں) ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ ہیں۔ اور دونوں میں ہر سال سیکڑوں نئی دریافت شدہ نباتات اور سیکڑوں جانداروں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

''اللہ ہی نے زمین پر چلنے والے (جانداروں) کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے بعض تو پیٹ کے بل چلتے ہیں (رینگنے والے جانور) اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں (مثلاً انسان اور پرندے) اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں (یعنی چوپائے) اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ النور، آیت ۴۵)

پھر یہ نرم و گداز سخت اور پتھریلی زمین، زرخیز مٹی، دھاتیں، معدنیات مختلف اقسام کی گیسیں، پھر ان دھاتوں، معدنیات اور گیسوں میں ایک دوسرے سے اختلاط کی صلاحیت اور ان کے باہم مل جانے سے

دوسری معدنیات، دھاتوں، گیسوں اور لاتعداد اشیاء کا ظہور۔

آپ اس وقت کہیں بھی ہوں ذرا اپنے چاروں طرف نظر دوڑائیے! آپ کو حد نظر تک کوئی ایسی شے نظر آتی ہے جو انسان کو پیدا کی ہو۔ نظر آنے والی ہر شے ہمیں زمین ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر چیز کبھی زمین میں تھی، آج وہ کسی اور شکل میں آپ کے سامنے ہے اور آپ اللہ کی اس نعمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

"کیا تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ یقیناً اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم (اللہ) نے اس (کے ذریعے) طرح طرح کے رنگوں کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں میں قطعات ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ کچھ تو سفید اور کچھ لال اور کالے سیاہ۔"

(سورۂ فاطر، آیت: ۲۷)

پھر لاتعداد غیر مرئی طاقتیں، ایٹمی توانائی، لیزر شعاعیں، سورج کی توانائی الٹرا وائیلٹ ریز، ریڈائی لہریں، الفا بیٹا لہریں، ایکس ریز، کتنی اجناس، کتنے پھل، حلال جانوروں کا غذایت سے بھرپور گوشت۔

"کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے چوپائے پیدا کئے جن کو ہماری ہی قدرت نے بنایا۔ یہ لوگ (خواہ مخواہ) مالک بن گئے۔" (سورۂ یٰسین، آیت: ۷۱)

سمندروں سے حاصل ہونے والی غذائیں، لحمیات، نمکیات اور

www.drhasanrizvi.org

لاکھوں غذائیت بخش اجزا۔

"وہی تو وہ (اللہ) ہے جس نے دریاؤں (اور سمندروں) کو بھی تمہارے قبضے میں کر دیا تا کہ تم اس میں سے (مچھلیوں) کا تازہ گوشت کھاؤ۔" (سورۂ النحل، آیت ۱۴)

طرح طرح کے لباس......

"اور اسی نے تمہارے کپڑے بنائے جو تمہیں (سردی) سے محفوظ رکھ سکیں۔" (سورۂ ق، آیت:۶)

آرام دہ جوتے، تیز رفتار سواریاں، گرمی اور سردی سے بچنے کے جدید ساز و سامان۔ یہ سب اللہ ہی نے تو پیدا کیے ہیں اور انسان کو ایسی صلاحیتیں دیں کہ وہ ان سب نعمتوں سے استفادہ کر سکے۔

"کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں ڈالی کہ ہم نے اسے کیوں کر بنایا اور اسے (کیسی) زینت دی۔" (سورۂ ق، آیت:۶)

یہ نیلگوں آسمان، طرح طرح کی ہوائیں، بادل اور گھٹائیں، موسلا دھار بارشیں، آسمانی بجلی، دھنک، شفق، گھٹتے بڑھتے سائے......

زمین کے اوپر موجود فضا کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زمین سے قریبی حصے کو ٹروپوسفیر (Troposphere) کہا جاتا ہے۔ یہ فضائی کرہ خط استوا پر اٹھارہ کلومیٹر اور قطبین پر آٹھ کلومیٹر دبیز ہے۔ اس سے اوپر کی فضا اسٹارٹوسفیر (Startosphere) ہے۔ شہاب تبہ اسی میں پائی جاتی

www.drhasanrizvi.org

ہے۔اس کے بعد آئی اونسفیر (Ionosphere) ہے۔شہاب ثاقب اسی جگہ جلنا شروع ہوتے ہیں۔زمین کی سطح سے پانچ سومیل اور اوپر ایکسو سوفیر (Exososphere) ہے۔ یہاں ہوا کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔اس کے بعد لامحدود خلا شروع ہو جاتا ہے۔ہوا کی زیادہ تر مقدار سطح زمین سے قریبی فضا پوسفیر میں پائی جاتی ہے۔اس جگہ نائٹروجن (۷۸ فیصد) آکسیجن (۲۱ فیصد) کاربن ڈائی اکسائیڈ، آرگن اور بعض دوسری گیسیں بہت معمولی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔''

یہ رنگ بدلتے موسم، آگ روشنی، تاریکی سائے، چاندنی اور دھوپ، خزانوں سے بھرے سر بہ فلک برف پوش، پہاڑ، دریاؤں سمندروں اور جھیلوں کی سطح سے اٹھتا، آسمان سے برستا میدانوں میں بہتا اور زمین میں انسانوں کے لیے اسٹور ہوتا آب حیات۔

''(اے رسول) تم کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر (زیادہ گہرائی میں) چلا جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لیے پانی کا چشمہ بہالائے۔'' (سورۂ ملک، آیت:۳۰)

دریا، ندی، نالے، چٹانوں سے پھوٹتے چشمے، یہ جھاگ اڑاتا بحر ذخار جو خشکی سے تین گنا بڑا ہونے کے باوجود اپنی حدود میں مقید ہے۔

دنیا کا دو تہائی حصہ سمندر پر مشتمل ہے۔صرف ایک تہائی حصے پر خشکی ہے۔سمندر زمینی حیات کی بقا میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔انہیں کی وجہ

www.drhasanrizvi.org

سے موسم بدلتے ہیں، میٹھے پانی کی فراہمی انہیں کے ذریعے ہوتی ہے۔ انہی کی سطح پر تیرنے والے چند خلیوں پر مشتمل پلانکٹن (Planekton) نامی خردبینی جاندار کرہ ارض کی آکسیجن کی ضروریات کی زیادہ تر مقدار تیار کرتے ہیں۔

یہ دل آویز مناظر، کھیتوں کی ہریالی، باغوں کا مہکار دنیا میں آکسیجن پھیلاتے اور مضر صحت گیس کو جذب کرتے ہزاروں اقسام کے پیڑ......

''بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو۔ کیا تم لوگ اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔'' (سورۃ واقعہ، آیت: ۵۸،۵۹)

میدانوں کی خوشبو صحراؤں کا سکوت، شہروں کا شور، صبح کاذب کا نور، صبح صادق کا اجالا، دھنک کے رنگ، ہواؤں کی سرسراہٹ، پھولوں کی مسکراہٹ، پرندوں کی چہکار، گھنی بیلوں کے سائے، دریاؤں کے کنارے، سمندروں کے خزانے، آسمانوں کی وسعتیں، اوزون کی تہہ، زمین کو میلوں تک گھیرے ہوئے گیسوں کا سمندر اور کشش ثقل، جن کی وجہ سے خلا سے گرنے والے ستاروں کے ٹکڑے زمین کی پہنچنے سے پہلے ہی جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

آخر شب کی برکتیں، شام کے سناٹے، دن کے ہنگامے، آغوش مادر کی گرمی، باپ کا سایہ، بچوں کی لقاریاں، یہ رشتے اور محبتیں، یہ چاہتیں اور شفقتیں، روشن ہوادار مکان، تیز رفتار ذرائع نقل و حمل، مواصلات کے

www.drhasanrizvi.org

جدید نظام، کروڑوں لائبریریاں، اعلیٰ تعلیم گاہیں، بیماریوں کے لیے لاکھوں دوائیں، تدریس اور تحقیق کے ادارے دوسرے سیاروں تک رسائی رکھنے والے خلائی ادارے۔ یہ تمام اشیاء اللہ جل شانہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں جو آج کے دور کے انسان کو بہ آسانی دستیاب ہیں یا وہ ان سے کسی نہ کسی طرح مستفید ضرور ہوتا ہے۔

ہر شے کا خالق و مالک اللہ ہی ہے

اللہ نے دنیا میں بے حد وحساب رنگ پیدا کیے اور ہمیں آنکھیں دیں۔ اس نے نا قابل شمار آوازیں اور سناٹے پیدا کیے اور ہمیں سماعتیں عطا کیں۔ اس نے لاتعداد ذائقے ایجاد کیے اور ہمیں قوت ذائقہ عطا کی۔ اس نے نا قابل شمار خوشبوؤں سے دنیا کو مہکایا اور ہمیں سونگھنے کے قابل بنایا۔ اس نے لاتعداد لمس پیدا کیے اور ہمیں محسوس کرنے کی استعداد عطا کی۔ اگر وہ ایک چیز پیدا کرتا ہے اور دوسری ہمیں نہ دیتا مثلاً رنگ ہوتے اور بصارت نہ ہوتی تو ہم کیا کر سکتے تھے!

ماہرین حیاتیات کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر مخلوق دوسری مخلوق سے رشتوں کی ایک ان دیکھی زنجیر میں بندھی ہوئی ہے۔ ہر مخلوق خود زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی سامان زندگی فراہم کرتی ہے۔ مثلاً انسان جو غذائیں استعمال کرتا ہے۔ ان کی کیمیائی ساخت اس طرح کی ہے کہ انسان کا جسم انہیں بہ آسانی استعمال کر سکے اور جزو بدن بنا سکے۔ اس

طرح خود انسان کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی چیزوں سے بھی ہم آہنگی کا رشتہ رکھتے ہیں۔ اگر انسانی جسم کو کسی اور خدا نے بنایا ہوتا اور دوسری اشیاء کو کسی دوسرے خدا نے خلق کیا ہوتا تو انسانی آنکھ اور دماغ کے لیے ممکن نہ ہوتا کہ چیزوں کو اس شکل میں دیکھ یا سمجھ سکے جیسی کہ وہ ہیں۔

انسان، ایک زندہ معجزہ:۔

یوں تو اللہ کی ہر مخلوق اس کی انوکھی، اچھوتی اور عقل کو ششدر کر دینے والی تخلیق ہے لیکن انسان کو اللہ تعالی نے اشرف المخلوقات کہا اور اسے تمام مخلوق پر فضلیت عطا کی۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ: ''انسان کے جسم کے عالم اصغر میں ایک عالم اکبر چھپا ہوا ہے۔'' آیے پہلے ان نعمتوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں جو کم و بیش ہر انسان کے پاس موجود ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام نعمتیں انسان کو مفت اور بے مانگے ملی ہیں۔

آپ غور کریں کہ جو مالک بے مانگے اتنی عظیم نادر و نایاب، لاتعداد بے شمار نعمتیں اپنے بندوں کو دے سکتا ہے وہ مانگنے والوں کو کیا کچھ عطا نہیں کر سکتا!

انسان کی جسمانی ابتداء ایک خلیے (Cell) سے ہوتی ہے۔ یہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اسے دیکھنے کے لیے طاقتور خردبین کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک بالغ انسان ایسے ہی سو ٹریلین (۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) خردبینی خلیوں کا

www.drhasanrizvi.org

مجموعہ ہوتا ہے۔

یعنی دنیا کی موجودہ آبادی سے ستر ہزار گنا زیادہ آبادی خود ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جتنی دیر میں آپ ایک مرتبہ پلک جھپکتے ہیں اتنی دیر میں کروڑوں خلیے اپنی زندگی پوری کر کے مر جاتے ہیں لیکن اتنی ہی دیر میں کروڑوں نئے خلیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جلد کے خلیے ہر دس گھنٹے بعد نئے پیدا ہوتے ہیں اور ہر ستائیس دن کے بعد ہماری کھال مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح خون کے سرخ خلیے ایک منٹ میں دس لاکھ سے زیادہ مر جاتے ہیں۔ مگر اسی مدت میں دوسرے دس لاکھ خلیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہمارے تمام اعضاء پورا جسم اسی ''مخلوق'' یعنی خلیوں سے بنا ہے اور یہی خلیے پورے جسم کو نہ صرف زندہ رکھتے ہیں بلکہ اسے ہر لمحے ایک نئی زندگی عطا کرتے رہتے ہیں۔ یہ تمام خوردبینی وجود اپنی اپنی علیحدہ شناخت رکھتے ہیں اور اپنی پیچیدہ اور پراسرار ذمے داریوں سے بہ خوبی واقف ہوتے ہیں۔ یہ خلیے اللہ کی مخلوق ہیں اور اشرف المخلوقات کی تشکیل کرتے ہیں۔

ان میں سے ہر خلیہ اللہ کی شان خلاقیت کا محیر العقول نمونہ ہوتا ہے۔ ہر خلیے پر اس کا DNA حکمرانی کرتا ہے اور DNA پر غالباً روح حکمراں ہوتی ہے۔ ہر خلیے میں زندہ رہنے کے لیے توانائی پیدا کرنے والے ایک ہزار توانائی گھر ہر لمحہ مصروف رہتے ہیں۔ خلیے میں سو خامرے ہوتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

خامروں کو آپ کیمیا دانوں کی ایک ٹیم سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ یہ ہضم شدہ کھانے کے مختلف اجزاء کو ایک پیچیدہ کیمیائی عمل سے گزار کر اسے آپ جسم کا حصہ بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے خلیے آب رسانی، نکاسی، امپورٹ، ایکسپورٹ، سیکورٹی دفاع اور کیمونی کیشن کے ایسے "جدید ترین" نظام کام کرتے ہیں جن کے آگے آئندہ صدیوں کے سائنس دانوں کی عقلیں بھی محو حیرت رہیں گی۔

"عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ آفاق میں بھی اور خود ان میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یقیناً وہی (اللہ) حق ہے۔"

(سورۂ حٰم السجدہ)

ہر خلیے کے ننھے سے وجود میں ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ ہر خلیے کو زندہ رہنے کے لیے آکسیجن، پانی، حیاتین، گلوکوز، معدنیات، کاربوہائیڈریٹس، امائینو ایسڈز، پروٹین، دھاتوں اور بے شمار دوسرے اجزاء، ان ان اجزاء کے الگ الگ تناسب اور مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تمام اشیاء جسم کی دنیا اور خلیوں کی دسترس سے بہت دور ہوتی ہیں۔ ان کھرب ہا کھرب خلیوں کو "رزق کی فراہمی" دنیا کے تیز رفتار ترین سپلائی سسٹم سے لاکھوں گنا زیادہ جدید اور برق رفتار نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔

اپنی اس مخلوق کو ان کے دروازے تک رزق پہنچانے کے لیے اللہ نے

www.drhasanrizvi.org

حیران کن انتظامات کیے ہیں۔ قدرت کے اس سپلائی سسٹم میں ۱۲۵۰۰۰۰۰۰۰۰ ارب سے زیادہ کارکن شب و روز کام کرتے ہیں۔ یہ کارکن خون کے سرخ خلیے ہیں۔ خون کے سرخ خلیے اور پلازما دل سے پمپ ہونے کے بعد صرف ڈیڑھ منٹ میں جسم کی تقریباً پچھتر ہزار میل لمبی خون کی چھوٹی بڑی نالیوں سے گزر کر ایک ایک عضو اور ایک ایک خلیے کو اس کی مطلوبہ خوراک پہنچاتے ہیں اور واپسی کے سفر میں یہی سرخ خلیے جسم کے ہر خلیے کی استعمال شدہ خوراک کا فضلہ (کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر فاسد مادے) اپنے ساتھ سمیٹ کر اسے متعلقہ اعضاء (پھیپھڑے، جگر، گردے) تک پہنچا دیتے ہیں جہاں سے یہ فاسد مادے جسم سے باہر خارج کر دیئے جاتے ہیں۔ سرخ خلیوں کا یہ پچھتر ہزار میل لمبا سفر صرف نو سیکنڈ میں مکمل ہو جاتا ہے۔ رزق کی فراہمی کا یہ سلسلہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے اور اس کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے اور انسان اگر اپنی ہر سانس کے ساتھ صرف ایک نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے تو اپنی آخری سانس تک ادا نہیں کر سکتا۔

خلیوں کو رزق پہنچانے والی پائپ لائن (خون کی نالیوں) کی لمبائی کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اگر خون کی ان تمام شریانوں اور وریدوں کو سیدھا کر کے ایک لائن میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی اتنی ہوگی کہ پورے کرہ ارض کے گرد انہیں تین مرتبہ گھمایا جا سکتا ہے۔ گندے خون کو دل تک

لے جانے والی شریانوں میں ایسے ''والو'' ہوتے ہیں جن کی وجہ سے خون کا ٹریفک صرف ون وے چلتا ہے۔

خون کے سرخ خلیوں کی عمر چار مہینے ہوتی ہے۔ خون کے مردہ خلیے جگر (Liver) میں دوبارہ استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ ان کے ایک حصے سے صفرا تیار کیا جاتا ہے جسے آنتیں غذا میں موجود چکنائی قابل ہضم بنانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ باقی مردہ خلیوں سے دوبارہ نئے سرخ خلیے وجود میں آجاتے ہیں۔

ہمارے جسم کے اندر ہر لمحے زندگی اور موت کا کھیل جاری رہتا ہے۔ پینتیس سال کے بعد روزانہ دماغ کے ایک ہزار خلیے مرجاتے ہیں۔ لاکھوں خلیے صرف ہاتھوں کو رگڑنے، نہانے اور کپڑے پہننے کے دوران جسم سے جدا ہوجاتے ہیں۔ لاکھوں خلیے ہر لمحے اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر ختم ہوجاتے ہیں مگر انسان اپنے جسم میں جاری زندگی اور موت کے ان واقعات سے بے خبر ہی رہتا ہے کیونکہ جتنے خلیے مرتے ہیں اتنے ہی نئے خلیے اس عرصے میں پیدا ہوچکے ہوتے ہیں (سوائے دماغ کے خلیوں کے) اگر خلیوں کی پیدائش کا یہ سلسلہ رک جائے انسان شاید چند ہی دنوں میں مشت خاک کی مانند ہوا میں تحلیل ہوجائے۔

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ انسان کی پیدائش ابھی رکی نہیں ہے۔ یہ عمل مسلسل جاری ہے اور تکمیل کے مرحلے تک جاری رہے گا۔ جس

www.drhasanrizvi.org

طرح اللہ رب العالمین کے لفظ ''کن'' کی گونج پوری کائنات میں ابھی تک پھیل رہی ہے، اسی طرح یہ گونج ہر انسان کے جسم کی دنیا میں بھی ایک مدت تک پھیلتی رہے گی۔

عام طور پر انسان عقل و سمجھ آنے کے بعد ہی اللہ کی نعمتوں کا کسی قدر ادراک کرتا ہے اور ان نعمتوں سے بے خبر رہتا ہے جو اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اسے ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ آیئے ان نعمتوں کا مختصر سا جائزہ لیں جن کے بغیر ہمارا اس دنیا میں آنا ہی ممکن نہیں تھا۔

ہماری پیدائش سے پہلے ہم پر اللہ کے احسانات اور اسکی ربوبیت

جب دو افراد یعنی میاں بیوی شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو فوری طور پر ان کے دلوں میں اولاد کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور جیسے ہی امید بندھتی ہے تو گھر کے سب افراد کے چہروں پر خوشیاں بکھر جاتی ہیں کہ ایک ننھا منا مہمان گھر میں آنے والا ہے۔ یہ لوگ ماں کا خیال رکھنے لگتے ہیں۔ ماں کوشش کرتی ہے کہ اچھی غذا کھائے تاکہ آنے والا مہمان صحت مند اور خوب صورت پیدا ہو۔ انسان ماں کے پیٹ میں ایک لوتھڑے کی مانند ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کے لیے اچھے سے اچھا لباس تیار ہو جاتا ہے۔ گھر کے سب افراد دعا کرتے ہیں کہ آنے والا نارمل، صحت مند، طویل عمر اور نیک خصال کا مالک ہو۔

www.drhasanrizvi.org

رحم مادر میں انسان کی تخلیق بھی قدرت کا عقل کو ششد کر دینے والا معجزہ ہے۔ مختصراً یہ کہ ماں اور باپ کے تیس تیس کروموسومز کے ملاپ سے ایک نیا خلیہ وجود میں آتا ہے۔ ایک نئی زندگی کی ابتداء ایک نئے انسان کے عدم سے وجود میں آنے کا آغاز۔ یہ نیا خلیہ وجود میں آتے ہی اپنی جیسی کاپیاں بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ایک سے دو، دو سے چار پھر آٹھ، سولہ، بتیس، چونسٹھ۔ اس طرح نو ماہ یا اس سے کم مدت میں ایک مکمل نیا انسان وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ''ننھا منا انسان'' پچاس کھرب خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

ہر خلیے کے اندر قدرت کا ایک اور حیران کن معجزہ اس کا DNA ہوتا ہے۔ یہ (Deoxy ribo nucleic acid) مخفف ہے۔ DNA خلیے میں خلیے میں ایک دوسرے پر لپٹی ہوئی ڈوریوں کی مانند ہوتا ہے۔ بچے کے مستقبل کے لامحدود امکانات، ناقابل شمار اطلاعات، معلومات اور پروگرام اسی DNA میں اسٹور ہوتے ہیں۔ مثلاً بیماریاں، مزاج، کردار، خصوصیات، ماں باپ، نانا، دادا، دادی کی جانب سے ملنے والی خصوصیات۔ قدوقامت، جلد، بالوں اور آنکھوں کا رنگ، یہ معلومات و پروگرام کوڈز کی شکل میں DNA میں موجود ہوتے ہیں۔

اللہ کی شان خلاقیت اور بچے صورت گری:۔

بچے کے جسم میں اعضاء کی تیاری، بناوٹ، تعمیر تنصیب، کارکردگی،

سروس، کوالٹی، نشوونما کی رفتار، ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں مرمت، بیماریوں کی صورت میں جسم کی دفاعی صلاحیت، یہ سب تفصیلات ہر خلیے کے DNA میں موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً جسم کا سب سے اہم ''کیمیکل پلانٹ'' یعنی جگر کس طرح ڈیزائن ہوگا، یہ کب مکمل ہوگا جسم کے کس حصے میں لگے گا، یہ خام مال کہاں سے، کتنا اور کس طرح حاصل کیا جائے گا، یہ سارا پروگرام اور اس کا بلو پرنٹ یعنی نقشہ DNA میں موجود ہوتا ہے۔ DAN کو آپ آرکیٹیکٹ سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کا کام عمارت کی تعمیر سے پہلے عمارت کا نقشہ یا بلو پرنٹ تیار کرنا ہوتا ہے۔

خلیے میں انجینئر کا کام RNA یعنی Ribo nucleic acid سر انجام دیتا ہے۔ RNA کوڈز کی شکل میں DNA پر موجود بلو پرنٹ ''پڑھتا'' ہے اور DNA کی زیرِ نگرانی تعمیر کا کام شروع کرتا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے وہ ایک پروٹین کی تیار شروع کر دیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے امائنو ایسڈ کے مختلف اجزاء کو جمع کرنا ہوتا ہے۔

RNA کے ماتحت ایک خلیے میں چھ سو اینزائمز (خامرے) کام کرتے ہیں۔ یہ خامرے خلیے کے کیمیا دان کہلاتے ہیں۔ یہ خود تبدیل ہوئے بغیر غذائی اجزاء میں ایسی کیمیائی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں کہ وہ غذا انسانی جسم کا حصہ بن جاتی ہے۔ مثلاً ماں نے اگر مچھلی کا ٹکڑا کھایا ہے تو اینزائمز اس ٹکڑے سے پروٹین حاصل کر لیتے ہیں۔ پھر وہ اس پروٹین میں

www.drhasanrizvi.org

امائنو ایسڈ کی ترتیب بدل کر انہیں دوسری ترتیب میں منظم کر دیتے ہیں۔ ترتیب کی اس تبدیلی سے مچھلی کا گوشت انسانی گوشت بن جاتا ہے۔ یہ پروٹین ممکن ہے بچے کے دل کا پٹھا بننے میں استعمال ہو یا انگشت شہادت کو حرکت کے قابل بنانے والے پٹھے میں کام آئے لیکن یہ جہاں بھی استعمال ہوگی RNA کے نقشے اور پہلے سے طے شدہ پروگرام ہی کے مطابق RNA کے احکامات کے تحت استعمال ہوگی۔

"وہی اللہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورت جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی ہر چیز پر) غالب اور دانا (مطلق) ہے۔"

رحم مادر میں قدرت کا ایک عجوبہ پلاسینٹا (Placenta) نامی ٹیشو ہے۔ یہ ٹیشو جسم کے باقی تمام ٹیشوز سے کہیں زیادہ پیچیدہ، پراسرار اور حیران کن خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ جیسے ہی رحم مادر میں بچے کی تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے تو یہ ٹیشو فوراً کام شروع کر دیتا ہے۔ ایکٹو (متحرک) ہونے کے بعد اسکا وزن دو پونڈ، رنگ سرخ اور سائز سات انچ کے قریب ہو جاتا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ جب تک نوزائیدہ بچہ رحم مادر میں رہتا ہے اس وقت تک یہ ٹیشو بچے کے لیے وہ تمام پیچیدہ کام سر انجام دیتا ہے جو انسان کے پھیپھڑے، جگر، گردے، معدہ اور آنتیں انجام دیتی ہیں۔

اللہ کی ربوبیت، بچے کے پیدا ہونے سے پہلے:۔

رحم مادر میں موجود گوشت کا ایک لوتھڑا اپنی غذا کی فراہمی اور رزق کی

www.drhasanrizvi.org

دستیابی کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن اس کا رب اس کا رزق بلا مانگے، بلا معاوضہ ہر لمحے اس تک پہنچاتا رہتا ہے۔ یہ بیرونی دنیا سے بچے تک رزق کی فراہمی ایک پائپ لائن کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ پائپ لائن پانچ انچ سے لے کر چار فٹ تک لمبی ہو سکتی ہے۔ اسے ''آنول نال'' کہا جاتا ہے۔ آنول نال دو شریانی (Arteries) اور ایک ورید (Vein) پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ (Vein) ماں کے خون میں موجود زندگی بخش اجزاء مثلاً وٹامنز، آکسیجن، معدنیات، کاربوہائیڈریٹس اور امائنو ایسڈ وغیرہ کو بچے تک پہنچاتی ہے۔ بچے کا جسم ان اجزاء کو استعمال کرتا ہے اور ان کا فضلہ شریانوں (Arteries) کے ذریعے بچے کے جسم سے نکل کر پلاسنٹا (Placenta) نامی ٹیشو میں چلا جاتا ہے جہاں سے یہ ماں کے خون میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ بعد میں ماں کا جگر، گردے اور پھیپھڑے اس فضلے کے مختلف اجزاء کو مختلف انداز میں سے ماں کے جسم سے خارج کر دیتے ہیں۔

بچہ اگرچہ اس تمام عرصے میں ماں کے خون ہی کے ذریعے زندہ رہتا ہے لیکن حیران کن بات یہ کہ بچے کا خون، ماں کے خون میں شامل نہیں ہو پاتا اور ماں کا خون بچے کے خون میں شامل نہیں ہوتا۔ اگر ماں اور بچے کا خون ایک دوسرے میں شامل ہو جائے تو یہ حادثہ ماں اور بچے دونوں کے لیے جان لیوا ثابت ہوگا۔ بچے کی پیدائش کے بعد یہ ٹیشو

www.drhasanrizvi.org

غائب ہو جاتا ہے۔

ماں کے پیٹ میں آرام سے رہنے والا بچہ دھیرے دھیرے روپ بدلتا رہتا ہے۔ باہر کی دنیا میں جو غذائیں موجود ہوتی ہیں ان کا لطیف ترین جزو ماں کے ذریعے بے مانگے اس تک پہنچتا رہتا ہے۔

پیدائش کا وقت قریب آتا ہے تو سارے خاندان والے جمع ہو جاتے ہیں اور چھوٹے بڑے سب اس کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگتے ہیں۔ بہترین اسپتال، تجربہ کار ڈاکٹرز، آرام دہ سواری، جدید ترین آلات، دوائیں، لباس، روشنی، دھوپ، مناسب گرمی اور سردی، محفوظ گھر دیکھ بھال کرنے والے، خیال رکھنے والے، سب کے سب پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں۔

بچہ دنیا میں آتا ہے تو دنیا کے سب سے نایاب غذا اس کے لیے پہلے سے تیار ہوتی ہے جو ماں کی محبت کی گرمی سے ہمیشہ تازہ بہ تازہ رہتی ہے۔ وہ ایک VIP کی مانند دنیا میں آتا ہے۔ ہر معاملے میں اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ اسکی ڈیمانڈ سب سے پہلے پوری کی جاتی ہے۔ پیدائش کے وقت بے شمار نعمتیں اس میں "بلٹ ان" ہوتی ہیں۔ جن میں سے یہ ہیں۔

غذا حاصل کرنے اور اسے استعمال کرنے کی صلاحیت، اپنی طرف متوجہ کرنے کی صلاحیت، دل، دماغ، عقل، یادداشت، نسیان (بھول جانے کی صلاحیت) کھوپڑی، آنکھ، پلکیں، ناک، کان، ہونٹ، زبان میں

www.drhasanrizvi.org

ذائقوں کو پہچاننے کی صلاحیت، دانت جو بعد میں ظاہر ہو جاتے ہیں، چہرہ، رخسار، ٹھوڑی، گلا، غذا کی نالی، سانس کی نالی، سینہ، معدہ، آنتیں، پیٹ، بازو، کہنی، پنجہ، انگلیاں، ہتھیلیاں، ناخن، رانیں، کولہے، پنڈلیاں، گٹا، پاؤں، تلوا، ایڑیاں، گردن ریڑھ کی ہڈی، پھیپھڑے، پسلیاں، جگر، تلی، اعضائے تولید، گردے، مثانہ، جسم کا ڈھانچہ، گوشت، چربی، کھال، بے شمار شریانیں، اعصاب، وریدیں، جسم کے مسامات، جسم کے درجہ حرارت کو کم یا زیادہ کرنے کی صلاحیت، نیند کا پراسرار نظام، ہڈیوں کا گودا، سننے، بولنے، سونگھنے، تکلیف اور راحت کو محسوس کرنے کی صلاحیت، خاندانی اثرات، نیک و بد میں تمیز کرنے کی صلاحیت، شعور، لاشعور، حرام مغز، کروڑوں خلیے بیک وقت تیار کرنے کی صلاحیت، بیماریوں سے مدافعت کا نظام، سفید خلیے۔ ایک مخصوص تناسب کے ساتھ بہت سے کیمیکلز، معدنیات، خاص وولٹیج کی برقی طاقت، تمام انسانی جسم کے درمیان پیغام رسانی کا مرکزی نظام جو دماغ کو فوری اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ کھوپڑی سے پاؤں کے تلوؤں تک دوران خون کی گردش کو جاری رکھنے کا نظام، نظام ہاضمہ، نظام تنفس، ہارمونز اور ان سب سے بڑھ کر روح جو امر ربی ہے۔

"اے رسولؐ تم کہہ دو کہ اللہ تو وہی ہے جس نے تم کو نت نیا پیدا کیا اور تمہارے واسطے کان، آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔" (سورہ ملک، آیت: ۲۳)

ہمارے جسم میں اللہ رب العالمین نے اس قدر نعمتیں عطا کی ہیں کہ سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں کوئی سپر کمپیوٹر بھی ان تمام نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے ہر عضو، ہر حصے، ہر صلاحیت کے بارے میں الگ الگ لاکھوں کروڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ ان نعمتوں کی تعداد اتنی وافر ہے کہ دنیا کا ذہین ترین انسان بھی اپنی صلاحیتوں کا شاید دس فیصد ہی پورے طریقے پر استعمال کر سکا ہے۔

شاید باقی نوے فیصد صلاحیتیں کسی اور دنیا کیلئے عطا کی گئی ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''انسان سو رہے ہیں، مریں گے تو جاگیں گے۔'' ظاہر ہے جاگنے والوں کو سونے والوں سے زیادہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

خود شناسی، خدا شناسی:۔

یہ تمام تحفے صرف اللہ جیسا کریم، سخی اور فضل و احسان کرنے والا مالک ہی ہمیں مفت عطا کر سکتا ہے۔ اگر آپ کو ہماری بات پر یقین نہ آئے تو ان میں سے کوئی ایک نعمت اپنے قریب ترین رشتے دار یا عزیز ترین دوست سے مانگ کر دیکھ لیں۔

ہم میں سے بیشتر لوگ تو ان عظیم تحفوں کا ادراک ہی نہیں رکھتے ہیں، ان میں سے بھی اکثر ان بے حد قیمتی تحفوں اور نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ کسی تحفے کے لیے شکریہ ادا نہ کرنا انتہائی بداخلاقی کی بات ہے اور اگر یہ

www.drhasanrizvi.org

تحفے بیش بہا، انمول اور ہماری زندگی کے لیے ناگزیر ہوں اور انہیں عطا کرنے والا کوئی دوست یا ساتھی نہ ہو بلکہ یہ تحائف رب کائنات اللہ جل شانہ کے دربار سے عطا کیے گئے ہوں، تو ان کا شکریہ ادا نہ کرنا، بادشاہوں کے بادشاہ، اللہ رب العالمین کی ناقدری کرنے کی ذیل میں شمار ہوگا۔ اسی لیے تو سورۃ الزمر میں مالک کا ارشاد ہے:

''ان لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر کی نہیں جیسی انہیں کرنا چاہیے تھی۔''

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''جسم کے عالم اصغر میں ایک عالم اکبر پوشیدہ ہے۔''

تو آیئے آج جدید سائنسی تحقیق کی مدد سے اس عالم اکبر کے چند حصوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ خودشناسی سے خداشناسی تک کا ایک تحیر خیز سفر ہے۔

سائنس اگرچہ ابھی عالم اکبر کے اس بحر بے کراں کی صرف موجوں ہی تک رسائی حاصل کر سکی ہے۔ لیکن یہ سطحی نظارہ بھی انسان کو بے اختیار ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ آیئے اس سفر کا آغاز اللہ کی اسی نعمت کے مشاہدے سے کرتے ہیں جس کی مدد سے میں لکھ رہا ہوں اور جس کے ذریعے آپ یہ سطور پڑھ رہے ہیں۔

آنکھیں:۔

آنکھوں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ ان کی قدر و قیمت

www.drhasanrizvi.org

کسی پیدائشی نابینا شخص سے بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ ان کی اہمیت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جو آنکھیں رکھتا ہو اور بعد میں کسی سبب سے نابینا ہو گیا ہو۔

ماہرین نے جب انسانی آنکھ کے مختلف حصوں کو الیکٹران مائکرو اسکوپ سے دیکھا تو قدرت کے اس ''روشن معجزے'' کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ صرف ایک آنکھ کے اعصاب میں کروڑوں حساس الیکٹریکل کنکشن موجود ہوتے ہیں جو روشنی کے پندرہ لاکھ پیغامات کو بہ یک وقت باہر کی دنیا سے وصول کر کے دماغ تک پہنچا سکتے ہیں۔

آنکھ کا عقبی پردہ جسے ریٹنا (Retina) کہا جاتا ہے، اس کا سائز ایک اسکوائر انچ سے بھی کم ہے لیکن اس مختصر سی جگہ میں روشنی کے پیغامات کو محسوس کرنے والے تیرہ کروڑ ستر لاکھ خلیے کام کرتے ہیں۔

ان میں سے تیرہ کروڑ خلیے راڈ (Rod) کی شکل کے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ اور سفید رنگوں سے منعکس ہونے والی روشنی کو محسوس کرتے ہیں۔ جبکہ ستر لاکھ خلیے کون (Con) کی شکل کے ہوتے ہیں اور یہ بنیادی تین رنگوں اور ان رنگوں کے امتزاج سے بننے والے کروڑوں رنگوں سے منعکس ہونے والی روشنی کے پیغامات کو وصول کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔

رات کے اندھیرے میں جیسے ہی ایک جگنو چمکتا ہے تو دیکھنے والے کی آنکھوں کے اندر فوراً ایک پیچیدہ برقی کیمیائی Electro chemical

www.drhasanrizvi.org

عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں دونوں آنکھوں کے پردے، ریٹینا کے
چھبیس کروڑ راڈز (Rod) کی شکل کے خلیے حصہ لیتے ہیں۔

جگنو کی مدہم سی روشنی کو محسوس کر کے یہ خلیے اپنے اندر کیمیائی تبدیلیاں
پیدا کرتے ہیں۔ اس کیمیائی عمل کے نتیجے میں خلیوں سے ایک بہت ہلکی
(وولٹ کا کئی کروڑواں حصہ) برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ یہ برقی رو آنکھ اور
دماغ کے درمیان موجود آپٹک نرو (Optic nerve) میں سرایت کر
جاتی ہے۔ آپٹک نرو اس برقی سگنل کو تین سو میل فی گھنٹے کی رفتار سے دماغ
تک پہنچا دیتی ہے۔ دماغ اس سگنل کو ڈی کوڈ (Decode) کرنے کے
بعد اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے کہ نظر آنے والی شے ایک جگنو ہے۔ اس کے ساتھ
ہی جگنو سے متعلق پہلے سے حاصل شدہ معلومات بھی آپ کے ذہن میں آ
جاتی ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ پیچیدہ برقی کیمیائی (Electro
chemical) عمل ایک سیکنڈ کے دوسویں حصے میں مکمل ہو جاتا ہے۔

ہماری آنکھیں ہر وقت ایک مخصوص سیال مادے لائی سوزائم
(Lysozyme) میں تیرتی رہتی ہیں۔ جتنی بار ہم پلکیں جھپکتے ہیں،
آنکھوں کے پپوٹے، کار کے وائی پرز کی طرح آنکھوں کو صاف کرتے
رہتے ہیں۔ آنکھ کی طرف کوئی معمولی سی شے بھی آ رہی ہوتی ہے تو ہماری
پلکیں ایک خودکار نظام کے تحت پہلے ہی بند ہو جاتی ہیں۔ بہت ہی باریک
مٹی کے اجزاء یا مختلف جراثیم جو آنکھ کے بیرونی حصے تک پہنچنے میں

www.drhasanrizvi.org

کامیاب ہو جاتے ہیں، آنکھوں میں موجودگی اینٹی سیپ ٹک سیال مادہ لائی سوزائم فوراً ہی ان جراثیم کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

کیا پیدا ہوتے وقت ہمیں یہ معلوم تھا کہ پانی کے بلبلے جیسا یہ عضو ہمارے کس کس کام آئے گا۔ پھر معلوم ہوتا بھی تو اس وقت ہم میں اتنا شعور کہاں تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے خواہش کرتے۔

جسم کے اندر کیمیکل پلانٹ:۔

کیمیا دانوں کے نزدیک سارا انسان مختلف کیمیکلز سے بنا ہے۔ جسم کے اندر لاکھوں کروڑوں کیمیکل معجزے ہر لمحہ رونما ہوتے ہیں اور اس کام میں گردے بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ایک عام آدمی گردوں کو اپنے جسم کے ڈرینج سسٹم (نکاسی کے نظام) کا ایک حصہ سمجھتا ہے حالانکہ گردے انسانی جسم میں وہی کردار ادا کرتے ہیں جو کردار بہت بڑے کیمیکل پلانٹ کی نگرانی کرنے والا چیف کیمسٹ سرانجام دیتا ہے۔ انسانی جسم کا تمام خون مستقل دونوں گردوں سے گزرتا ہے۔ گردے خون کو صاف کر کے اس میں موجود تمام زہریلے مادوں کو الگ کرتے ہیں اور انہیں پیشاب کے ذریعے باہر نکال دیتے ہیں۔ اگر خون میں پانی کی مقدار بڑھ جائے تو سرخ خلیوں کی کارکردگی ختم ہو جائے اور اگر پانی کی مقدار کم ہو جائے تو یہ خلیے فوراً ہی خشک اور بے جان ہو جائیں۔ گردے آب رسانی کے اس انتہائی اہم اور حساس نظام کی مانیٹرنگ اور

www.drhasanrizvi.org

کنٹرول کے ذمے دار ہوتے ہیں۔

ایک گردے کا وزن صرف پانچ اونس ہوتا ہے اور اس کے اندر خون صاف کرنے والے دس لاکھ سے زیادہ یونٹس (Nephrons) موجود ہوتے ہیں۔ یہ باریک اور نازک نسیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک گردے کی ان تمام نسوں کو سیدھا کر کے ایک لائن میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی ستر میل سے زیادہ ہوگی۔

دونوں گردے مل کر ہر ایک گھنٹے میں جسم کے تمام خون کو دو مرتبہ مکمل طریقے سے صاف کر چکے ہوتے ہیں۔ یعنی ہمارا خون تطہیر خون کے اس دس اونس "وزنی پلانٹ" سے ایک دن میں اڑتالیس مرتبہ گزرتا ہے۔ خون کی صفائی کے دوران خون کے سرخ خلیے، حیاتین، وٹامنز، امائنو ایسڈز، گلوکوز اور ہارمونز وغیرہ ایک پر اسرار نازک نظام سے گزر کر دوبارہ دوران خون میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد بھی اگر جسم کی ضروریات سے زیادہ ہو تو گردے انہیں پیشاب کے ذریعے باہر نکال دیتے ہیں۔

گردے کے مریضوں کو تطہیر خون کے لیے بار بار اسپتال جانا پڑتا ہے۔ مصنوعی طریقے سے خون کی صفائی کے لیے مریض کو کم از کم چار سے چھ گھنٹے بیڈ پر گزارنا پڑتے ہیں جہاں ڈائی لیسز کا ایک بہت بڑا یونٹ یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ اس دوران پیش آنے والی مشکلات اور اخراجات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

www.drhasanrizvi.org

ناک، سانس لینے اور خوشبو یا بدبو کو محسوس کرنے کا ذریعہ:۔

ہر انسان کی ناک ہی اس کے سانسوں کو برقرار رکھتی ہے۔ زندگی بھر جو اشیاء ہمارے معدے میں جاتی ہیں انہیں ناک ہی سب سے پہلے چیک کرتی ہے اگر ناک یہ خدمات انجام نہ دے تو ہمیں معلوم ہی نہ ہو کہ ہم متعفن کھانا اور بساند بھرا پانی استعمال کر رہے ہیں۔۔ آپ کے کھانے کے سارے مزے اور ساری لذتیں ناک ہی کی وجہ سے قائم ہیں۔

ناک کے دونوں نتھنوں کے اوپری حصے میں لگا ہوا ایک پراسرار نظام خوشبو یا بدبو کو آپ کے دماغ تک پہنچاتا ہے۔ اس خوشبو کو محسوس کرنے کے بعد ہی آپ کے نظام ہضم میں ایسا مادہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے کھانا کھانا آپ کے لیے خوشگوار اور اسے ہضم کرنا ممکن ہوتا ہے۔ محسوس کرنے والے یہ پیچیدہ و نایاب آلات بہ مشکل ڈاک کے چھوٹے سے ٹکٹ کے برابر ہیں۔ زردی مائل کتھئی رنگ کے یہ ٹیشوز قدرت کی صناعی اور قوت ایجاد و تخلیق کا عظیم شاہکار ہیں۔

ہر ٹیشو میں تقریباً ایک کروڑ خلیے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر خلیے میں چھ سے آٹھ ننھے منے خردبینی بال ہوتے ہیں۔ یہ بال خوشبو یا بدبو کی لہروں کو وصول کرنے والے انٹینا کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً کھانے کے وقت سے پہلے کھانے کی خوشبو جیسے ہی ناک کے ان حساس آلات کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے تو دماغ کا وہ مخصوص حصہ فوری طور پر سالیوری

www.drhasanrizvi.org

گلینڈز کو (Solivory Glands) احکامات جاری کرتا ہے کہ کھانا نگلنے اور ہاضمے میں مدد دینے والی رطوبت کی پیداوار شروع کر دی جائے۔ یہ رطوبت سیکنڈوں کے اندر آپ کے منہ، زبان، غذا کی پوری گزرگاہ اور معدے تک پھیل جاتی ہے۔ زکام یا کسی بیماری کے سبب جب ناک کے یہ "آلات" کام کرنا بند کر دیتے ہیں تو غذا عام طور پر بے مزہ ہو جاتی ہے۔

بظاہر تو ہم منہ سے بولتے ہیں لیکن ناک کے بغیر صحیح طرح بولنے کا تصور بھی ممکن نہیں۔ سانس لینے کے عمل کو زندگی بخش بنانے کے لیے بھی ناک کی خدمات کا آپ شاید ہی تصور کر سکیں۔ پھیپھڑوں کو مسلسل صاف، گرم اور مرطوب ہوا کی فراہمی ناک ہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ناک ایک دن میں پانچ سو کیوبک فٹ ہوا کو صاف، گرم اور مرطوب بناتی ہے۔ خواہ آپ سیاچن گلیشیئر کی سرد اور خشک ہواؤں میں کھڑے ہوں یا سوئی کے آگ برساتے علاقے میں، ناک ہر جگہ آپ کے پھیپھڑوں کے لیے مخصوص ٹمپریچر کی مرطوب اور صاف ستھری ہوا کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔

ہوا کو مربوط بنانے کے لیے ناک کی اندرونی جھلی ایک دن میں تقریباً ایک چوتھائی گیلن کے برابر نمی خود تیار کرتی ہے۔ سانسوں کو گرم کرنے کے لیے ناک کی تین اندرونی ہڈیاں ریڈی ایٹرز کا کام کرتی ہیں۔ سانسوں کو

www.drhasanrizvi.org

آلودگی سے صاف کرنا نتھنوں میں موجود نازک بالوں (Celia) اور ایک مخصوص رطوبت کا کام ہے۔ ناک کے اندر رطوبت کی یہ تہہ ہر بیس منٹ کے بعد تبدیل ہو جاتی ہے۔ آلودگی کو کنٹرول کرنے کے لیے پرانی والی تہہ کو سیلیا (Celia) نامی مائکروسکوپک نظام حلق میں گراتا رہتا ہے جہاں سے یہ آلودگی معدے میں چلی جاتی ہے۔ معدے کے تیزابی مادے اس گندگی کو منٹوں میں جلا کر فنا کر دیتے ہیں۔

ناک ہی میں وہ مخصوص اعصاب بھی کام کرتے یں جو رات کو بے سدھ ہوتے ہوئے انسانوں کو کروٹ دلاتے ہیں۔ ایک ہی کروٹ سوتے سوتے جب آپ کو دو گھنٹے گزر جاتے ہیں تو ناک کے یہ اعصاب جسم کے اس جانب خون کی کمی کو محسوس کر کے اس کی اطلاع دماغ کو فراہم کرتے ہیں۔ ان اطلاعات کے موصول ہونے پر دماغ جسم کے متعلقہ پٹھوں کو احکامات جاری کرتا ہے اور آپ کروٹ بدل لیتے ہیں۔ اگر یہ نظام کام نہ کرے تو ایک ہی کروٹ سوتے سوتے آپ کے جسم کا وہ حصہ سن ہو کر رہ جائے اور صبح کے وقت آپ شاید ہی دفتر جانے کے قابل ہو سکیں۔ ناک اللہ رب العالمین کا عظیم اور حیران کر دینے والا معجزہ ہے جو آخری سانسوں تک انسان کے لیے خدمات سر انجام دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خدمات ہماری ناک انجام دیتی ہے ان میں سے کوئی معمولی خدمت بھی دنیا کے سارے ڈاکٹر، ماہرین اور آلات ہمیں فراہم نہیں کر سکتے۔

دماغ جسم کا سربراہ:۔

ہمارا دماغ اللہ رب العالمین کی حیران کن تخلیق ہے۔ تین پونڈ وزنی لیس دار چپ چپے سفید اور سلیٹی رنگ کے اس ٹیشو کے آگے دنیا کے تمام عجوبے اور تمام سپر کمپیوٹرز، ایک معمولی کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ سائنس ابھی تک اس بے کراں سمندر کی سطح ہی کو کہیں کہیں سے چھو سکی ہے۔ دماغ کے ''پرزوں'' کی تعداد ہی انسانی عقل کو ششدر کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس کے نیورانز (Neurons) کی تعداد تقریباً تمیں بلین اور دماغ کے مخصوص خلیوں (Glial cells) کی تعداد اس سے پانچ تا دس گناہ زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ناقابل شمار تعداد تقریباً سات انچ کی انسانی کھوپڑی میں آرام سے رہتی ہے۔ اس کو انسانی دماغ کہا جاتا ہے۔ انسانی شخصیت، عمل ردعمل، پسند ناپسند، صلاحیتیں، اچھائیاں، برائیاں، سوچ، فکر، فیصلے، ارادے، خواب یہ سب دماغ ہی کی بدولت ممکن ہوتے ہیں۔ دماغ ایک پراسرار حویلی ہے جس میں آپ کے خاندان، ماحول اور آپ کی زندگی ایک ایک لمحے اور ایک ایک تجربے کی خوش کن، یا افسردہ کر دینے والی یادیں محفوظ رہتی ہیں۔ یادوں، باتوں، چہروں، خوشیوں، غموں، خوشبوؤں، نت نئے تجربوں اور گزرے وقت کے ایک ایک لمحے کے عکس اور آوازیں یہاں موجود رہتی ہیں۔

بچہ دنیا میں آنے کے بعد جو پہلی آواز سنتا ہے اور جو کچھ دیکھ سکتا ہے

www.drhasanrizvi.org

وہاں سے معلومات جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر زندگی کا کوئی لمحہ کوئی ساعت ایسی نہیں ہوتی کہ آپ کی آنکھوں، کانوں، قوت لامسہ، قوت ذائقہ اور قوت شامہ کے ذریعے ہزاروں لاکھوں معلومات دماغ تک پہنچ رہی ہوں۔

آپ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں اطلاعات و معلومات کا یہ ٹریفک ہر لمحے رواں دواں رہتا ہے۔ دماغ ان بیک وقت موصول ہونے والی نت نئی معلومات کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ کرتا رہتا ہے۔ آپ معلومات کے اس ذخیرے سے اکثر واقف نہیں ہوتے لیکن معلومات کا یہ ذخیرہ ہی آپ کی زندگی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ ورنہ آپ بار بار گرم پتیلی کو چھوتے، بار بار پھسل کر گرتے، بار بار پڑھتے اور بھول جاتے، بار بار گاڑی چلانا سیکھتے اور بھول جایا کرتے۔

یادداشت کی یہ عظیم نعمت نہ ہوتی تو انسان نہ کچھ سیکھ سکتا، نہ پڑھ سکتا نہ کوئی کام کرسکتا، حتیٰ کہ دو قدم چلنا اور چند نوالے حلق سے اتارنا بھی اس کے لیے عذاب ہو جاتا۔

سوتے یا جاگتے میں بیرونی درجہ حرارت، آکسیجن کی مقدار، بستر کی نرمی یا سختی، روشنی کی مقدار، یہ معلومات دماغ ہی حاصل کرتا ہے اور جسم کو مختلف احکامات جاری کرتا ہے۔

ان اطلاعات کے موصول ہوتے ہی دماغ اپنے پراسرار کیمونی کیشن

www.drhasanrizvi.org

سسٹم اور متعلقہ اعضا اور غدود کے ذریعہ آپ کے پھیپھڑوں کو پھیلنے اور سکڑنے کی نئی رفتار پر سیٹ کر دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ اس نئی تیز رفتار سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اضافی توانائی کی فراہمی کو بھی یقینی بناتا ہے۔ آپ تیز تیز سانس لینے لگتے ہیں اور آکسیجن کی کمی دور ہو جاتی ہے۔

جسم کے دوسرے حصوں کی طرح دماغ کے خلیے اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر یہ خلیے اپنی تعداد بڑھانا شروع کر دیں تو انسان چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے کہ دماغ کے خلیے ایک مضبوط ہڈی میں بند ہوتے ہیں۔ تعداد بڑھنے کی صورت میں دماغ میں بڑھنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دماغ کی ''نازک تنصیبات'' پچک کر رہ جائیں اور زندگی کا تمام نظم و نسق تباہ ہو جائے۔

دماغ کے اندر اللہ احسن الخالقین نے خلیوں کی اتنی اضافی تعداد پیدا کی ہے کہ روزانہ ہزاروں خلیے تیزی سے مرتے رہیں تب بھی انسان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اضافی خلیے تیزی سے فنا ہو جانے والے خلیوں کی ڈیوٹی سنبھالتے رہتے ہیں۔ اس سے انسان کو ان واقعات کا علم تک نہیں ہو پاتا۔

شدید دماغی چوٹ کے نتیجے میں دماغ کی حفاظتی جھلی میں ورم بھی آسکتا ہے لیکن دماغ میں سوجنے کی گنجائش نہیں ہوتی اس لیے ورم کی صورت میں دماغ کے مختلف حصوں پر دباؤ بڑھنے لگتا ہے اور بڑے پیمانے پر ٹوٹ

www.drhasanrizvi.org

پھوٹ شروع ہو جاتی ہے۔

نادر و نایاب تنصیبات ایک ایک کر کے تباہ ہونے لگتی ہیں۔ مواصلاتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یادداشت کے عظیم ذخیرے ضائع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ کبھی۔ ایک طرف تاریکی چھا جاتی ہے تو کبھی دوسری طرف، پھر مکمل بلیک آؤٹ ہو جاتا ہے۔

تب انسان کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کا سامنا کرتا ہے جس کے بارے میں اس نے صحت و تندرستی کے عالم میں کبھی سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کی روح جسم کے ایک ایک سوئچ کو آف کر کے اپنی اصل دنیا کی طرف لوٹ جاتی ہے اور انسان ہمیشہ رہنے والی دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔

ایڈرینل گلینڈز:۔

اینڈرینل گلینڈز (غدود) دونوں گردوں کے اوپر ہوتے ہیں۔ ان دونوں غدود کی جسامت بہ مشکل انگلی کے سرے کے برابر ہوتی ہے۔ ان مختصر سے غدود میں اللہ رب العالمین نے حیرت ناک اور بے حد حیات آفریں خصوصیات پیدا کی ہیں۔ ایڈرینل گلینڈ پچاس ایسے ہارمونز تیار کرتے ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں ان ہارمونز کو اگر کوئی ادارہ مصنوعی طور پر تیار کرنا چاہے تو اس مقصد کے لیے اسے کئی ایکڑ زمین پر بہت بڑا پلانٹ لگانا ہوگا اور اسٹاف، ماہرین اور آلات کی لمبی فہرست تیار کرنا

www.drhasanrizvi.org

ہوگی۔

ایک انگلی کے سرے کے برابر جسامت رکھنے والے ایڈرینل گلینڈ جو ہارمونز تیار کرتے ہیں ان کی مقدار ایک اونس کے برابر ہوتی ہے لیکن انسان کی زندگی کے کم وبیش تمام کاموں کی انجام دہی ان کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر ایڈرینل گلینڈز کام کرنا بند کریں تو انسان کی منزل قبرستان ہی رہ جاتی ہے۔

کسی شخص کے بچپن میں اینڈرینل گلینڈز کی کارکردگی معمول سے تجاوز کر جائے تو دس سالہ معصوم بچہ اس عمر میں ایک بالغ انسان میں تبدیل ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں دس سال کی عمر میں اس کے رخسار داڑھی مونچھوں سے بھر جائیں، مزید جسمانی نشونما کی صلاحتیں ختم ہو جائیں اور معصوم بچہ ایک بدصورت بونے میں تبدیل ہو جائے۔

اینڈرینل گلینڈز کا صرف ایک ہامون ایسا ہے جو کم از کم سو بیماریوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کا.ٹی زون نامی یہ ہارمون ہی آپ کو دمے، بڑی آنت کے السر اور گٹھیا جیسی اذیت ناک بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایڈرینل گلینڈز ایک اور اہم ہارمون ایلڈوسٹی رون بھی تیار کرتا ہے۔ یہ ہارمون جسم میں پانی اور معدنیات کے توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ اس ہارمون کی سپلائی میں اگر پن کے سر کے برابر بھی اضافہ ہو جائے تو ایک اہم معدنی جز پوٹاشیم پیشاب کے ذریعے ضائع ہونا شروع ہو جاتا ہے اور

www.drhasanrizvi.org

نمکیات خارج ہونے کی بجائے جسم میں جمع ہونے لگتی ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو بلڈ پریشر ناقابل حد تک بڑھ سکتا ہے۔ دل کے دھڑکنے کی رفتار کئی گنا تیز ہو جاتی ہے، سر کا درد مستقل اور ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جسم کا کوئی حصہ مفلوج بھی ہو سکتا ہے۔

دل:۔

دل کا وزن تقریباً بارہ اونس اور رنگ سرخی مائل کتھئی ہوتا ہے۔ یہ آپ کے سینے کی مضبوط ہڈیوں کے قلعے میں مخصوص جھلیوں کی مدد سے لٹکا ہوا ہے۔ اس کے دونوں جانب پھیپھڑے واقع ہیں۔ ہر انسان کا دل تقریباً اس کی مٹھی کے برابر ہوتا ہے چار خانوں پر مشتمل یہ پمپنگ مشین چوبیس گھنٹے آپ کو آب حیات فراہم کرتی ہے۔ دائیں حصے کے نصف بالائی خانے میں جسم کا استعمال شدہ گندہ خون آ کر جمع ہوتا ہے اور اسی سمت کے نچلے حصے میں چلا جاتا ہے۔ یہ نچلا حصہ اس خون کو فوراً قریب ہی موجود پھیپھڑوں کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ پھیپھڑوں سے یہ خون صاف ہو کر دائیں حصے میں آ جاتا ہے۔ بائیں حصے کا نچلا خانہ اس آب حیات کو دوبارہ جسم میں پمپ کر دیتا ہے۔

یہ بظاہر بہت آسان اور سادہ سا عمل ہے لیکن درحقیقت یہ انتہائی پیچیدہ کام ہے۔ یہ عمل ایک دن میں تقریباً ایک لاکھ چھتیس ہزار مرتبہ دہرایا جاتا ہے۔ اگر آپ اس وقت پینتالیس سال کے ہیں تو آپ کا دل اب تک

تقریباً تین لاکھ ٹن صاف، زندگی بخش خون آپ کے جسم کو فراہم کر چکا ہے۔

پچوٹری گلینڈ:

اللہ رب العالمین کا یہ حیران کن معجزہ آپ کے دماغ کے اندر موجود ہے۔ جس کی عظیم مملکت کے زیادہ تر نظاموں کو رواں دواں رکھنا اسی کی ذمہ داری ہے۔ جسم کے ان پراسرار پیچیدہ نظاموں کو کنٹرول کرنا آسان نہیں۔ اگر انسان اللہ کے اس معجزے کا متبادل تیار کرنا چاہے تو اس کے لیے ماہرین کی ایک بڑی ٹیم کو پندرہ ایکڑ زمین پر کارخانوں کی تعمیر، بے شمار آلات، لاتعداد کیمیکلز اور دواؤں کی ضرورت ہوگی اس اہتمام کے ساتھ کہ یہ تمام سہولتیں انسان کو ساری زندگی ہر لمحے دستیاب رہیں۔ یہ انتظامات صرف ایک انسان کو زندہ رکھنے کے لیے کرنا پڑیں گے۔ احسن الخالقین کا شاہکار یہ غدود بہ مشکل مٹر کے دانے کی سی جسامت کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا وزن ایک اونس کے پچاسویں حصے کے برابر اور اس کا وجود پچاسی فی صد پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔

ایک عرصے تک سائنس دان اس غدود کی اہمیت سے لاعلم رہے۔ کیونکہ یہ غدود جو ہارمونز جاری کرتا تھا اس کی مقدار اتنی قلیل تھی کہ بعد میں ایجاد ہونے والے آلات کے بغیر انہیں دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ ایک دن میں یہ غدود جسم کے تمام افعال کو برقرار رکھنے کے لیے جو ہارمونز جاری کرتا ہے ان کی کل تعداد ایک گرام کے دس لاکھویں حصے کے برابر ہوتی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

اس غدود کو ماسٹر گلینڈ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جسم کے تمام غدود اسی کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ انسان کی پوری زندگی کنٹرول کرنے کے لیے قدرت نے اس غدود میں آٹھ پراسرار ہارمونز بنانے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ یہ آٹھ ہارمونز بچے کی پیدائش، جسم کی نگہداشت، نئی کھال کی فراہمی، جنسی معاملات، مختلف اعضاء کی مناسب نشوونما، ہڈیوں کی تیاری، دل کی دھڑکن، پھیپھڑوں کی کارکردگی، دوران خون، بیماریوں سے بچاؤ، گردوں کی کارکردگی، غرض تمام پراسرار و پیچیدہ کاموں کو معمول کے مطابق سرانجام دینے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں دو ہارمونز ہر وقت پیچوٹری گلینڈ میں تیار حالت میں رہتے ہیں جبکہ باقی چھ ہارمونز وقت ضرورت سیکنڈوں میں تیار ہوکر ہدف تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ چار ہارمونز ہائی پوتھیلیمس مزید تیار ہوکر اس غدود میں آتے ہیں۔ اس طرح یہ کل 12 ہارمونز ہوتے ہیں جو اس گلینڈ سے خارج ہوتے ہیں۔

ان ہارمونز کی مقدار میں ذرا سی کمی بیشی بڑے مسائل پیدا کرسکتی ہے۔ مثلاً ان کی مقدار میں اضافہ انسان کو چند ہی دنوں میں کسی حیوان کی صورت میں مسخ کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان کے ہاتھوں، پیروں اور جبڑے کی ہڈیاں غیر معمولی طور پر بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جبڑا کسی درندے کے جبڑے سے مشابہ ہوسکتا ہے۔

ان حادثات کے امکانات ہر وقت موجود رہتے ہیں لیکن اللہ رب کریم

نے پیچوٹری گلینڈ کے اندر ایک نادیدہ خودکار نظام پیدا کیا ہے جو اس طرح کے حادثات کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ خودکار نظام کس طرح اور کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے اس کے بارے میں سائنس ابھی کچھ جاننے سے قاصر ہے۔

"اور اگر ہم چاہیں تو جہاں یہ ہیں وہیں ان کی صورتیں بدل (کر انہیں مسخ کر) دیں۔" (سورۂ یٰس)

ہائی پوتھیلیمس گلینڈ:

آپ کے لیے اللہ رب العالمین کا یہ انمول تحفہ، اس کی شان خلاقیت کا یہ انوکھا عجوبہ جس کا سائز ایک چھوٹے ٹماٹر کے برابر ہے آپ کے دماغ میں سر کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ اسے آپ جسم کا مرکزی کنٹرول روم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی سب سے اہم ذمہ داری آپ کے جسم کے اندر توازن و اعتدال کو قائم رکھنا ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ غدود آپ کی پیدائش سے بھی پہلے سے چوبیس گھنٹے آن ڈیوٹی رہتا ہے۔

سائنس ابھی تک اس غدود کی مکمل کارکردگی جاننے میں ناکام ہے۔ اس غدود ہی کی وجہ سے آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ بھوکے ہیں، آپ کو پیاس لگ رہی ہے، آپ سردی محسوس کر رہے ہیں، آپ کے اردگرد کی فضا گرم ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کو غصہ آئے، صدمے سے دوچار ہوں، خوشی

www.drhasanrizvi.org

محسوس کریں اور افسوس ناک خبر سنیں یا آپ پر خوف طاری ہو تو ایسے تمام مواقع پر آپ کا عمل اور ردعمل اور اس کی صلاحیت کی فراہمی اس غدود ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ غذا کو جزو بدن بنانے کا نظام، ہارمونز کا نظام جسم کی نشوونما، جنس اور اعضائے تولید کے معاملات، جسم کے درجہ حرارت کا کنٹرول، اس غدود کی مدد کے بغیر یہ سارے زندگی بخش، حیات آفریں پراسرار و پیچیدہ سسٹمز کام نہیں کر سکتے۔

آپ روزانہ کھانا کھاتے ہیں لیکن اگر یہ غدود کام کرنا بند کر دے تو لذیذ ترین کھانے آپ کے لیے گھاس پھونس کی طرح بے وقعت ہو کر رہ جائیں۔ کھانے کے وقت سے ذرا پہلے جسم کے مختلف حصوں کی جانب سے لمحہ لمحہ ہزاروں اقسام کے سگنلز، تازہ ترین اطلاعات اور بے شمار معلومات اس غدود کے مواصلاتی نظام پر موصول ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کوڈ کی شکل میں یہ اطلاع آتی ہے کہ خون میں شکر کی مقدار گر رہی ہے۔ دوسری طرف سے یہ معلومات موصول ہوتی ہیں کہ توانائی کے بحران کے سبب کمزوری اور تھکن کے ہلکے ہلکے اثرات پٹھوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔

اس سے پہلے کہ توانائی کا بحران شدت اختیار کرے، ہائی پو تھیلمس گلینڈ متعلقہ غدود اور اعضا کو اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے ہدایات جاری کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ ہدایات وہ اپنے ایک ہارمون کے ذریعے فراہم کرتا ہے۔ دوران خون کے ذریعے سفر کرتا ہوا یہ ہارمون جسم کے ہزاروں

www.drhasanrizvi.org

میل لمبی خون کی نالیوں کے ذریعے سیکنڈوں میں تمام اعضا اور غدود تک پہنچ جاتا ہے۔

ان ہدایات کے مطابق اعضا اور غدود اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ منہ زبان، گلے اور غذا کی نالی اور معدے میں کھانے کے ہضم کرنے میں مدد فراہم کرنے والی رطوبت پیدا ہونے لگتی ہے۔ زبان اور منہ کے ذائقہ کو محسوس کرنے والے ابھاروں کی حساسیت بڑھ جاتی ہے۔ اب گرم موٹی کی سوندھی خوشبو یا سالن کی ہلکی سی مہک سے بھی آپ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور آپ کھانا کھانے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔ اسی غدود کی وجہ سے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب پیٹ بھر گیا اور کھانا بند کر دینا چاہیے۔ اگر اس غدود میں خرابی پیدا ہو جائے تو آپ کھاتے کھاتے تھک جائیں لیکن کبھی سیری محسوس نہ کر سکیں یا اس کے برعکس آپ کو بھوک ہی نہ لگے اور ہر طرح کی غذا آپ کے لیے بے کار ہو کر رہ جائے۔

بھوک لگنے اور پیٹ بھرنے کے عمل کے دوران شاید ہی کوئی شخص ہو جو اللہ رب العالمین کی ان نعمتوں کا احساس کرتا ہو جو ان کاموں کے لیے اللہ نے جسم کے اندر پیدا کی ہیں۔ انسان تو ان نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا جو روٹی سالن اور پانی کی شکل میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں۔

تھائی رائیڈ گلینڈ:

اللہ رب العالمین کا عطا کردہ یہ نادر و نایاب تحفہ آپ کی سانس کی نالی

کے دونوں جانب نرخرے کی ہڈی کے نیچے موجود ہے۔ اس غدود کا کام جسم کی اس عظیم دنیا (عالم اکبر) کو توانائی فراہم کرنا ہے۔ یہ توانائی جسم کے سو کھرب خلیوں میں موجود سو ہزار کھرب توانائی گھروں (Mitochondria) کے ذریعے فراہم کی جاتی ہے۔ تھائی رائیڈ گلینڈ ان سو ہزار کھرب توانائی گھروں کو کنٹرول کرتا ہے۔

زندگی کے تمام افعال وحرکات کے لیے توانائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ حتیٰ کہ خواب دیکھنے کے لیے بھی توانائی کی مخصوص مقدار درکار ہوتی ہے۔ توانائی کی فراہمی کا یہ پیچیدہ و پراسرار کام تھائی رائیڈ ہی کے ذریعے سرانجام پاتا ہے۔ مطلوبہ توانائی فوری طور پر تیار کر کے ٹھیک اسی مقدار میں فراہم کی جاتی ہے جتنی مقدار درکار ہوتی ہے۔ مثلاً جب آپ چھالیہ یا بادام کو توڑنے کے لیے داڑھوں میں رکھتے ہیں تو داڑھوں کا مواصلاتی نظام توانائی کی ضرورت کا اندازہ کر کے اس کی اطلاع دماغ میں موجود ہائی پوتھیلیمس گلینڈ کو فراہم کرتا ہے۔ ہائی پوتھیلیمس گلینڈ فراہم کی جانے والی توانائی کی مقدار کا تعین کرتا ہے اور پیچوٹری گلینڈ کو سگنلز روانہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ان سگنلز کو وصول کر کے پیچوٹری گلینڈ فوراً ہی تھائی روٹروپن نامی ہارمون خون میں شامل کر دیتا ہے۔ یہ ہارمون پلک جھپکنے سے بھی کم مدت میں سدیھا آپ کی گردن پر موجود تھائی رائیڈ گلینڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس حکم کے ملتے ہی تھائی رائیڈ گلینڈ ایک مخصوص ہارمون کے ذریعے جسم کے سو

گھر ب خلیوں کو یہ احکامات جاری کرتا ہے کہ ہر خلیہ اپنے اپنے ہزار توانائی گھروں کو آن کر دے تاکہ چھالیہ یا بادام توڑنے کے لیے داڑھوں کو مطلوبہ طاقت فراہم کی جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی سو ہزار ننھے منے توانائی گھر توانائی کی پیداوار شروع کر دیتے ہیں اور آپ چھالیہ یا بادام کو داڑھ سے دبا کر توڑ دیتے ہیں۔

آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں ہو پاتا کہ بادام توڑنے کے لیے یہ طاقت مواصلات کے کتنے پیچیدہ نظام اور توانائی گھروں کے کتنے بڑے نیٹ ورک کے ذریعے آپ کو فراہم کی گئی ہے۔ آپ تصور ہی نہیں کر سکتے بادام توڑنے کے اس عمل میں کتنے خلیوں، اعضا، غدود، اعصاب، ہارمونز، کیمیکلز، غذائی اجزا اور صلاحیتوں نے حصہ لیا۔ اگر اس عظیم الشان سلسلے میں سے کوئی ایک بھی اپنے فرائض سے روگردانی کرتا تو بادام یا چھالیہ تو کیا آپ سونف کے ایک دانے کو بھی دانتوں سے نہیں دبا سکتے تھے۔

جسم کے تمام افعال اور تمام حرکات کے لیے توانائی درکار ہوتی ہے۔ یہ توانائی ہر مرتبہ اسی طرح فراہم کی جاتی ہے کہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہو پاتا۔ مثلاً دل کے دھڑکنے، پھیپھڑوں کے کھلنے اور بند ہونے، آنکھ کی پتلی کے پھیلنے اور سکڑنے، غرض ہر کام کیلئے توانائی استعمال ہوتی ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ ہم ایک منٹ میں کتنی ہزار مرتبہ اللہ رب العالمین کے اس نادر اور نایاب تحفے سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو کیا کبھی ہم

www.drhasanrizvi.org

اللہ رب العالمین کی ان نعمتوں کا شکر بھی ادا کرتے ہیں۔ ہم جیسے لوگوں کو تو ان نعمتوں کا احساس تک نہیں ہے شکر ادا کرنا تو بعد کی بات ہے! ہم تو ان سب صلاحیتوں کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں حالانکہ رب العالمین ہمیں یہ تمام نعمتیں عطا کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ یہ نعمتیں تو اس نے اپنے فضل و احسان کی وجہ سے ہمیں مفت اور بے مانگے عطا کی ہیں۔

تھائی رائیڈ کے بہت سے مریض ہم سب نے دیکھے ہوں گے۔ تھائی رائیڈ میں خرابی پیدا ہو جائے تو پھول جیسا نوزائیدہ بچہ بدشکل بونے کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ اگر یہ غدود معمول سے کم ہارمون جاری کرنا شروع کر دے تو تندرست و توانا آدمی چند ہی ہفتوں میں سستی کاہلی اور موٹاپے کا شکار ہو کر باسی سبزی کی طرح لجلجا ہو کر رہ جائے۔ اس ہارمون کی مقدار بڑھ جانے کی صورت میں انسان حیوان کی طرح ہر لمحے کھاتا رہنے کے باوجود کبھی بھی اپنی بھوک نہ مٹا سکے۔ اتنا کھانے کے باوجود بھی اس کا جسم سوکھ کر کانٹا ہو جائے۔ آنکھیں حلقوں سے باہر نکل آئیں اور وہ آنکھیں بند کرنے پر قادر نہ ہو۔ یہ غدود غیر ضروری توانائی پیدا کرنے لگے تو دل کی دھڑکن اس قدر تیز ہو جائے کہ اس کا دل کام کرنا بند کر دے۔

مالک کا مال:

یہ تفصیلات بتانے کا مقصد ہرگز آپ کو خوف زدہ کرنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد دوستوں کو اللہ رب العالمین کی خالقیت اور ربوبیت اور اس کی چند

www.drhasanrizvi.org

نعمتوں کی جانب متوجہ کرتا ہے جن میں سے زیادہ تر اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اللہ نے ہمیں عطا کر دی تھیں اور جن کا شکریہ ہم میں سے اکثر لوگ دوسری دنیا میں جانے تک ادا نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆

www.drhasanrizvi.org

قرآن مجید کے سب سے اہم سورے

سورۂ حمد کا مطالعہ

تفسیر اہلبیتؑ کی روشنی میں

(یعنی وہ تفسیر جو محمدؐ و آلِ محمدؐ نے بیان فرمائی)

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

سورۂ حمد کی تفسیر و فضائل

(۱) تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر الصادقؑ سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسولؐ خدا سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"جب اللہ تعالیٰ نے فاتحۃ الکتاب، آیت الکرسی، آیت شَهِدَ اللّٰهُ اور آیت اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ... بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔کو نازل کرنے کا ارادہ کیا تو یہ عرش سے چمٹ گئیں۔ ان کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں تھا۔ انھوں نے کہا: پروردگار! تو ہمیں گناہوں کے گھر (دنیا) میں بھیج رہا ہے اور ان کے پاس بھیج رہا ہے جو تیرے نافرمان ہیں، جب کہ ہم تو طہارت و قدس کے ساتھ وابستہ ہیں۔"

اللہ نے فرمایا:۔

"مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جو بھی شخص ہر نماز کے بعد تمہاری تلاوت کرے گا تو وہ جہاں بھی ہوگا میں اسے وہاں سے نکال کر "حظیرۃ القدس" میں رہائش دوں گا اور میں ہر روز اس کی طرف اپنی مخفی آنکھ کے ساتھ نظر کروں گا اور میں روزانہ اس کے ستر حاجات پوری کروں گا، جن میں

www.drhasanrizvi.org

سے چھوٹی حاجت مغفرت ہوگی اور میں اسے ہر دشمن سے پناہ دوں گا اور اسے دشمن پر کامیابی دوں گا اور موت کے علاوہ دخولِ جنت سے اس کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔"

(۲) ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"اُم الکتاب میں خدا کا اسم اعظم بیان کر دیا گیا ہے۔"

(۳) الخصال میں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:۔

ابلیس کی چار مرتبہ چیخیں بلند ہوئیں:۔

- جس دن اس پر لعنت کی گئی۔
- جس دن اسے زمین پر اُتارا گیا۔
- جب رسولوں کے وقفہ کے بعد محمد مصطفیٰؐ کو مبعوث کیا گیا۔
- جب اُم الکتاب (سورہ فاتحہ) نازل کی گئی۔

(۴) حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے ایک طویل روایت مروی ہے کہ جس میں آپؑ نے فرمایا:

یہودیوں کا ایک گروہ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس گروہ میں سے جو شخص بڑا عالم تھا اس نے رسولؐ خدا سے پوچھا کہ اللہ نے بزمِ انبیاء میں سے آپ کو کون سی مخصوص سات صفات عطا کی ہیں اور آپ کی امت کو

www.drhasanrizvi.org

خدا کی طرف سے کون سی خصوصیات نصیب ہوئی ہیں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا:۔

''اللہ نے مجھے فاتحہ الکتاب عطا کی ہے۔''

یہودی عالم نے کہا: آپؐ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیں کہ فاتحہ الکتاب پڑھنے والے کی جزا کیا ہوگی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

''جو سورہ فاتحہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے تمام آسمانی کتابوں کی تمام آیات کی تلاوت کا ثواب عطا فرمائے گا۔''

(۵) جابر بن عبداللہ انصاری نے نبی اکرمؐ سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا:۔

''میں نے تیری امت کو اپنے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ دیا ہے اور وہ خزانہ فاتحہ الکتاب (سورہ فاتحہ) ہے۔''

(۶) اصولِ کافی میں مرقوم ہے کہ: ''اگر کسی درد پر ستر بار سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو درد رک جائے گا۔''

(۷) اصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ:

''جسے سورہ حمد سے تندرستی نہ ملے تو اسے کسی بھی چیز سے تندرستی نہیں ملے گی۔''

(۸) اصولِ کافی میں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ

www.drhasanrizvi.org

نے فرمایا:۔

”اگر میں کسی مردہ پر ۷۰ بار سورہ حمد پڑھوں اور اس میں روح واپس آجائے تو مجھے اس پر کوئی تعجب نہ ہوگا۔“

(۹) عیون الاخبار میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

”میں نے فاتحۃ الکتاب کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے۔اس کا نصف حصہ میرے لئے ہے اور نصف حصہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرا بندہ جو سوال کرے گا میں اسے عطا کروں گا۔ جب بندہ ’بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ‘ کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرے نام سے ابتدا کی ہے اور مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں اس کے معاملات کو مکمل کروں اور اس کے حالات میں برکت پیدا کروں۔“

اور جب بندہ ”اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ “ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

”میرے بندے نے میری حمد کی ہے اور اسے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ میری ہی عطا کردہ ہیں اور اس سے جتنی بھی مصیبتیں دور ہوئی ہیں وہ میرے ہی فضل وکرم سے دور ہوئی ہیں ، میں تمہیں (ملائکہ گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اسے دنیاوی نعمات کے ساتھ ساتھ اخروی نعمات کی مہمانی دوں گا جیسا کہ میں نے اس سے دنیا کی مشکلات دور کی ہیں ، اسی طرح سے اس سے آخرت کی مشکلات کو بھی دور

www.drhasanrizvi.org

کروں گا۔"

اور جب بندہ "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"میرے بندے نے میری متعلق رحمٰن ورحیم ہونے کی گواہی دی ہے لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اپنی رحمت سے اسے بہت سا حصہ عطا کروں گا اور اپنی عطا میں سے اس کا حصہ بڑھاؤں گا۔"

جب بندہ "مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" کہتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جس طرح سے بندہ نے میرے متعلق روزِ قیامت کے مالک ہونے کا اعتراف کیا ہے میں بھی قیامت کے دن اس کیلئے حساب آسان کردوں گا اور اس کی برائیوں سے درگزر کروں گا۔"

جب بندہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"میرے بندے نے سچ کہا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کرتا ہے۔ میں اسے اس عبادت کے بدلے مین اتنا ثواب عطا کروں گا کہ جنھوں نے بھی میری عبادت کے متعلق اس سے مخالفت کی ہوگی وہ سب اس پر رشک کریں گے۔"

اور جب بندہ "وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اس نے مجھ سے مدد مانگی ہے اور مجھ سے ہی پناہ طلب کی ہے۔ میں

www.drhasanrizvi.org

تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس کے معاملہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس کے شدائد کے وقت اس کی فریاد رسی کروں گا اور جس دن یہ مشکلات میں گھرا ہوگا تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔"

اور جب بندہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے لے کر سورہ کو مکمل کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے نے جو جو سوال کیا ہے۔ میں اسے عطا کروں گا اور میں نے اپنے بندے کی دعا قبول کی ہے اور اس کی آرزو اس کو دے دی ہے اور جس سے وہ خوف زدہ ہے اس سے میں نے اسے امن دیا ہے۔"

(۱۰) عیون الاخبار میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے مجھ سے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ○

"محمدؐ! ہم نے آپ کو "سَبع مَثَانِی" اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر سورہ فاتحہ کا خصوصی احسان جتلایا ہے اور اس سورہ کو پورے قرآن عظیم کے مقابلہ پر قرار دیا ہے۔ عرش کے خزانوں میں سے سورہ فاتحہ اشرف ترین خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حضرت محمدؐ کو مخصوص کیا ہے اور انہیں اس سے مشرف فرمایا ہے، اور کسی بھی نبی پر اللہ نے

www.drhasanrizvi.org

یہ سورہ نازل نہیں فرمایا، البتہ حضرت سلیمانؑ کو اس میں سے صرف "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی آیت عطا فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بلقیس کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

"میری طرف ایک محترم خط بھیجا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور وہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"

آگاہ رہو جو بھی شخص اس سورہ کو محمدؐ وآلِ محمدؐ کی مودت رکھ کر اور ان کے فرمان کا فرماں بردار بن کر اور ان کے ظاہر و باطن پر ایمان رکھ کر پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے عوض نیکی عطا کرے گا، جو کہ دنیا و مافیہا اور دنیا کی تمام دولت اور اچھائی سے بہتر ہوگی اور جو کوئی کسی قاری سے یہ سورہ سنے تو اسے بھی قاری جتنا ثواب ہوگا۔ لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اس پیش کی گئی بھلائی کو زیادہ سے زیادہ پڑھے۔ اس کا پڑھنا غنیمت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت چلا جائے اور تمہارے دلوں میں حسرت رہ جائے۔

(۱۱) تفسیر عیاشی میں راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ. کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا:

"سبع مثانی" سے سورہ حمد مراد ہے۔ اس کی سات آیات ہیں۔ جن

www.drhasanrizvi.org

میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" بھی شامل ہے اور اس سورہ کو مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ نماز کی دو رکعتوں میں دہرائی جاتی ہے۔

(۱۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگوں نے کتاب اللہ کی محترم ترین آیت "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی چوری کی ہے"۔

(۱۳) صفوان جمال کا بیان ہے کہ حضرت اما جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ نے آسمان سے جو بھی کتاب نازل کی تو اس کا سرنامہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو قرار دیا اور جب بسملہ نازل ہوتی تھی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورہ ختم ہو چکا ہے اور دوسرا سورہ شروع ہو رہا ہے"۔

(۱۴) الکافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "آسمان سے اترنے والی ہر کتاب کی ابتدا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سے کی گئی ہے اور جب تم "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ لو تو پھر استعاذہ نہ کرنے کا فکر نہ کرو۔ جب تم "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ لوگے تو وہ آسمان اور زمین کے درمیان کی تمام چیزوں سے تمہیں چھپا لے گی"۔

(۱۵) اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

www.drhasanrizvi.org

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کو مت چھوڑو، اگرچہ اس کے بعد ایک شعر ہی کیوں نہ کہنا ہو"۔

(۱۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اچھے انداز سے لکھو اور "سین" کے دندانے بنانے سے قبل "باء" کو بلند نہ کرو"۔

(فیض کاشانی لکھتے ہیں: امیر المومنینؑ کی ایک حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ "با" کو "میم" تک مت کھینچو، درمیان میں "سین" کے دندانے بنا کر اسے اچھی طرح سے واضح کرو۔ ایک قول کے مطابق یہ حکم خطِ کوفی کے ساتھ مخصوص ہے۔ من المحشی و المترجم)

(۱۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ مت لکھو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" فلاں کے لیے، البتہ خط کی پشت پر لکھو کہ فلاں کے نام"۔

(۱۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اور "قل هو الله احد" کے ذریعے سے تمام لوگوں کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کر لو۔ اس کلامِ پاک کو دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر نیچے پڑھ کر اپنے اوپر دم کرو اور جب کبھی کسی ظالم بادشاہ کے پاس تمہیں جانا پڑے تو جیسے ہی تمہاری اس پر نظر پڑے تو اس کلامِ پاک کو

www.drhasanrizvi.org

تین مرتبہ پڑھ کر اپنے بائیں ہاتھ پر پھونک دو اور پھر بائیں ہاتھ کی مٹھی کو وہاں سے نکلنے تک بند رکھو۔

(۱۹) کتاب التوحید میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مرقوم ہے۔ اس حدیث کا ایک حصہ یہ ہے مجھ سے میرے آباء و اجداد نے رسول خداؐ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جسے کسی کام کی وجہ سے مشکل درپیش ہو اور وہ مشکل کی وجہ سے غمگین ہو تو وہ اخلاص قلب سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے۔ اسے دو میں سے ایک چیز ضرور ملے گی یا تو دنیا میں اس کی حاجت پوری ہو جائے گی یا پھر بسملہ کا ثواب رب کے پاس ذخیرہ کر دیا جائے گا اور جو کچھ مومنین کے لیے خدا کے پاس ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے''۔

(۲۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

''بعض اوقات ہمارے شیعوں سے کسی کام کی ابتدا کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ چھوٹ جاتی ہے تو ناگوار چیز کے ذریعے سے اس کی آزمائش کرتا ہے، تاکہ اسے شکر و ثناء کی طرف متوجہ کیا جائے اور بسملہ شریف چھوڑنے کی غلطی مٹائی جائے''۔

(۲۱) تہذیب الاحکام میں حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی

www.drhasanrizvi.org

ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد علیہ السلام سے سنا کہ انہوںؑ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسم اعظم کے اتنا ہی قریب ہے جتنی آنکھ کی سفیدی سیاہی کے قریب ہے"۔

(۲۲) مجمع الدعوات میں کتاب فضل الدعاء کے حوالے سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کا اسم اکبر ہے یا آپؑ کے الفاظ یہ تھے کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے"۔

(۲۳) ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کے اکبر ناموں میں سے ہے اور اس کے اور اللہ کے اسم اکبر کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ آنکھ کی سفیدی اور سیاہی میں فاصلہ ہے"۔

(۲۴) تہذیب الاحکام میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا سبع مثانی اور قرآن عظیم فاتحہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے پوچھا: کیا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سبع کی

www.drhasanrizvi.org

مستقل آیت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ باقی آیات سے افضل ہے۔

(۲۵) عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسم اعظم کے اتنی ہی قریب ہے جتنی کہ آنکھ کی سفیدی آنکھ کی سیاہی کے قریب ہے"۔

(۲۶) کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے کہ جس میں آپؑ نے شب معراج کے واقعات بیان کیے اور اذان و افتتاح کی وجہ بیان فرمائی۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

"جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج تکبیر اور افتتاح سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اب تم میرے نام تک پہنچ چکے ہو لہٰذا میرا نام لو"۔

اس وقت رسول خداؐ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی۔ اسی لیے سورہ کی ابتدا میں بسملہ شریف کو رکھا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ نے اپنے حبیبؐ سے فرمایا:

"میری حمد کرو"۔

رسول خداؐ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور آپؐ نے اپنے

www.drhasanrizvi.org

دل میں شُکْرًا کے جملے کہے تو اللہ نے فرمایا:

"محمدؐ! تم نے میری حمد قطع کی ہے اب پھر میرا نام لو"۔

اسی وجہ سے سورہ حمد میں الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے الفاظ دو مرتبہ وارد ہیں۔ جب آپ "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" تک پہنچے تو آپ نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شُکْرًا" کہا۔

اس وقت خداوند عزیز جبار نے فرمایا:

"تم نے میرا ذکر قطع کیا ہے، اسی لیے دوسری سورہ کے آغاز میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو پڑھو"۔

(۲۷) عیون اخبار میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے۔ آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ یہ بتایئے کہ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" فاتحۃ الکتاب کا حصہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پڑھا کرتے تھے اور اسے سورہ کا حصہ شمار کرتے تھے اور آپؑ فرماتے تھے کہ فاتحۃ الکتاب ہی "سبع مثانی" ہے۔

(۲۸) حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت فرمائی کہ انہوں نے فرمایا:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں جو کہ بسملہ سے مکمل ہوتی ہیں"۔

www.drhasanrizvi.org

(۲۹) الکافی میں عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا میں نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر میں نے پوچھا کہ کیا میں سورہ فاتحہ کے بعد والی سورہ شروع کرتے وقت بھی بسملہ پڑھوں؟۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

(۳۰) ابو عمران ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو خط لکھا جس میں میں نے تحریر کیا کہ "ایک شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس نے فاتحہ سے پہلے بسملہ پڑھی۔ پھر اس نے دوسری سورہ پڑھی تو بسملہ نہیں پڑھی، اور یہی مسئلہ جب ہشام بن ابراہیم عباسی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔

اس کے جواب میں آپؑ نے اپنے ہاتھ سے یہ تحریر فرمایا:

"بسملہ کو دو مرتبہ پڑھنا چاہیے اگر اس سے عباسی کی ناک رگڑتی ہے تو رگڑتی رہے"۔

(۳۱) ابو ہارون مکفوف کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"سورہ حمد سات آیات پر مشتمل ہے"۔

www.drhasanrizvi.org

(۳۲) صفوان جمال کا بیان ہے کہ میں نے کئی دن تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ آپ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ اخفاتی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

(۳۳) معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا:

"جب تم سوار ہونے لگو اور رکاب میں قدم رکھو تو "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" پڑھو۔

(۳۴) تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق السلام نے فرمایا:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اس لائق ہے کہ اسے بلند آواز سے پڑھا جائے اور اسی آیت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا.

"اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کا تنہا ذکر کرتے ہو تو یہ الٹے پاؤں متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں"۔

(۳۵) عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول کہ آپؑ نے فرمایا:

"تمام نمازوں میں بسملہ پڑھنا سنت ہے۔

www.drhasanrizvi.org

(۳۶) حضرت امام علی رضا علیہ السلام دن رات کی تمام نمازوں میں بسملہ باآواز بلند پڑھا کرتے تھے۔

(۳۷) الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا نماز میں بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے''۔

(۳۸) عیون الاخبار میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ کے لیے بھی لفظ ''واحد'' کا اطلاق ہوتا ہے اور بندہ کے لیے بھی لفظ ''واحد'' کا اطلاق ہوتا تو کیا اس طرح سے وحدانیت میں اشتباہ تو پیدا نہیں ہوتا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

''فتح! تو نے ایک محال بات کی ہے، خدا تجھے ثابت قدم رکھے۔ تشبیہ کا تعلق معانی و مفہوم سے ہوا کرتا ہے، جب کہ اسماء تو ایک ہی رہتے ہیں اور اسم اپنے مسمی پر دلالت کرتا ہے''۔

(۳۹) محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ''اسم'' کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''اسم موصوف کی صفت ہے''۔

(۴۰) محمد بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ

www.drhasanrizvi.org

میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے "بسم اللہ" کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"جب کوئی شخص "بسم اللہ" کہتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اپنے آپ پر اللہ کی ایک نشانی لگا رہا ہوں اور وہ عبادت ہے"۔

میں نے عرض کیا: نشانی سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: "اس سے علامت مراد ہے"۔

(۴۱) کتاب التوحید میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور ایک زندیق کا مکالمہ درج ہے۔ اس مکالمہ کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ اللہ کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"وہ رب، وہ معبود اور وہ اللہ ہے۔ لفظ "اللہ" سے میری مراد اس کے حروف الف، دولام اور ھا نہیں ہیں"۔

اس لفظ سے مراد اس کا وہ مفہوم ہے، جس کے تحت وہ تمام اشیاء کا خالق و صانع ہے اور اسی مفہوم کی ادائیگی کے لیے لفظ "اللہ" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رحمٰن، رحیم اور عزیز جیسے دیگر اسماء اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ ہیں اور وہ کریم معبود ہے۔

(۴۲) اسی اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حروف ہجاء کا کیا فائدہ ہے؟

www.drhasanrizvi.org

آپ نے فرمایا: ان میں سے ہر حرف اسم الٰہی ہے۔

(۴۳) اسی اسناد سے ہشام بن الحکم سے مروی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسمائے الٰہی اور ان کے اشتقاق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

''لفظ اللہ ''الہ'' سے مشتق ہے اور الہ ''مالوہ'' کا متقاضی ہے اور اسم، مسمی کا غیر ہوتا ہے۔ لہٰذا جس نے معنی کو چھوڑ کر صرف اسم کی عبادت کی تو اس نے کفر کیا اور اس نے کسی چیز کی بھی عبادت نہیں کی اور جس نے اسم اور مسمی دونوں کی عبادت کی تو اس نے شرک کیا اور دوئی پرستی کا ثبوت دیا اور جس نے اسم کو چھوڑ کر معنی کی عبادت کی تو یہ توحید ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ہشام سمجھ گئے ہو؟

میں نے کہا: حضور! کچھ اور ارشاد فرمائیں؟

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ اگر اسم، مسمی ہوتا تو پھر ہر اسم ہی معبود قرار پاتا۔ یہ تمام اسماء اللہ کی ذات وحقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔

ہشام! ''روٹی'' نام ہے کھائی جانے والی چیز کا اور ''پانی'' نام ہے پی جانے والی چیز کا اور ''کپڑا'' نام ہے پہنی جانے والی چیز کا اور ''آگ'' جلانے والی چیز کا نام ہے۔

ہشام! کیا اب تم نے اس مفہوم کو سمجھ لیا ہے اور ہمارے دشمنوں اور خدا

www.drhasanrizvi.org

کے متعلق الحاد کرنے والوں اور خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرنے والوں کے مقابلہ پر یہ استدلال پیش کر سکو گے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: خدا تمہیں اس سے نفع دے اور تجھے ثابت قدم رکھے۔

ہشام کہتے ہیں کہ حضرتؑ کی اس نشست کے بعد مسئلہ توحید کے متعلق میں کسی سے مغلوب نہیں ہوا۔

(۴۴) اسی اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے آخر میں آپؑ کا یہ فرمان مذکورہ ہے۔

''اللہ کو اس کے اسماء سے پکارا جاتا ہے، جب کہ وہ اپنے اسماء کے علاوہ ہے اور اسماء اس کے علاوہ ہیں''۔

اسی حدیث کا ایک حصہ یہ ہے: ''اللہ کا اسم، اللہ کے علاوہ اور چیز ہے اور جس بھی چیز پر لفظ ''شے'' کا اطلاق ہوتا ہے وہ مخلوق ہے، اللہ نہیں ہے''۔

(۴۵) اسی اسناد کے ساتھ عبدالہ بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''باء'' سے بهاء الله (اللہ کی ہمیشگی اور رونق) سین سے ''سناء الله'' (خدا کی روشنی اور نور) اور ''میم'' سے ''مجد الله'' خدا کی عزت و

www.drhasanrizvi.org

حرمت مراد ہے۔

بعض نے روایت کی ہے کہ ''میم'' سے ''ملک اللہ'' (اللہ کی سلطنت) مراد ہے۔

''اللہ'' ہر کسی کے معبود کو کہا جاتا ہے اور ''رحمٰن'' وہ ہے جو تمام مخلوق پر رحم کرے اور ''رحیم''، وہ ہے جو صرف اہل ایمان پر رحم کرے۔

اصول کافی میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔

(۴۶) اسی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

''باء'' بھاء اللہ (اللہ کی ہمیشگی اور رونق) ''سین'' سے ''سناء اللہ'' (خدا کا نور) اور ''میم'' سے ''ملک اللہ'' اللہ کی حکومت مراد ہے۔

میں نے عرض کیا: لفظ ''اللہ'' کے حروف کا اشارہ کس طرف ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''الف'' سے آلائے الٰہی (نعمات الٰہی) کی طرف اشارہ ہے، جو اس نے ہماری ولایت کے ذریعے سے مخلوق پر کی ہیں۔ اور ''لام'' سے ''الزام اللہ خلقہ ولایتنا'' اللہ کی طرف سے مخلوق پر ہماری ولایت کو واجب کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

میں نے کہا: لفظ ''اللہ'' کی ''ہاء'' کا کس طرف اشارہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے محمدؐ و آل محمدؐ کے مخالفین کے ''ہوان'' ذلت کی

www.drhasanrizvi.org

طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

میں نے کہا: "رحمٰن" سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: جو تمام جہان پر رحم کرے۔

میں نے کہا: "رحیم" سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: جو صرف اہل ایمان پر رحم کرے۔

(۴۷) اسی اسناد سے حسن بن راشد سے مروی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لفظ "اللہ" کا مفہوم دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

"اللہ وہ ہے جو ہر چھوٹی بڑی چیز پر تسلط رکھتا ہے"۔

(۴۸) کتاب معانی الاخبار میں انہی اسناد سے ابو اسحٰق خزاعی سے مروی ہے۔ اس نے اپنے والد سے روایت کی۔ اس نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ ان کے ایک غلام کی عیادت کرنے کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ "آہ آہ" کر رہا تھا۔ اس نے اس سے کہا: بھائی! اپنے رب کو یاد کرو اور اسی سے مدد طلب کرو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لفظ "آہ" بھی اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے جس نے "آہ" کہا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔

(۴۹) کتاب التوحید میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے بِسْمِ اللّٰهِ

www.drhasanrizvi.org

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے متعلق منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی طرف تمام مخلوق اپنی حاجات کے لیے رجوع کرے اور جب دنیا کے تمام سہارے اور وسیلے ٹوٹ جائیں اور تمام اسباب منقطع ہو جائیں تو اس عالم میں جس ذات کے لیے رجوع کیا جائے اسے ''اللہ'' کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ جب ''بسم اللہ'' کہتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے تمام امور میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ جب اس سے استغاثہ کیا جائے تو وہ مدد کرتا ہے اور جب اسے پکارا جائے تو وہ جواب دیتا ہے۔

یہی بات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے اس وقت کہی تھی جب اس نے کہا تھا کہ اے فرزند رسولؐ! مجھے اللہ کے متعلق رہنمائی کریں، کیونکہ مباحثہ کرنے والوں نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

بندۂ خدا! کیا تم نے کبھی کشتی کا بھی سفر کیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا کہ کشتی سمندر میں ٹوٹ گئی ہو، جہاں تمہارے بچانے کے لیے کوئی کشتی موجود نہ ہو اور نہ ہی وہاں پیراکی تمہیں فائدہ دے سکتی ہو؟

www.drhasanrizvi.org

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہی تو اللہ ہے جو وہاں بھی نجات دیتا ہے جہاں کوئی نجات دہندہ نہیں ہوتا۔ اور وہ وہاں مدد کرتا ہے جہاں کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا: مولا! مجھے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معنی بتائیں!

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

لفظ ''اللہ'' اس ذات پاک کا سب سے بڑا نام ہے اور لفظ ''اللہ'' صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ کے علاوہ اس نام سے کسی کو پکارا نہیں جا سکتا اور نہ ہی کسی کو یہ نام دیا جا سکتا ہے۔

سائل نے کہا کہ لفظ ''اللہ'' کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب تمام امیدیں ٹوٹ جائیں اور تمام اسباب جواب دے جائیں تو اس عالم نومیدی میں مخلوق جس کی طرف اپنے شدائد و مشکلات کے لیے رجوع کرے، اس ذات کو ''اللہ'' کہا جاتا ہے۔ خدا کے علاوہ جو بھی بہت زیادہ اختیارات کیوں نہ رکھتا ہو پھر بھی بعض اوقات لوگ اس سے اس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جسے پورا کرنا اس کے بس میں نہیں ہوتا

www.drhasanrizvi.org

اور خود اس کی ایسی ذاتی حاجات بھی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنے سے قاصر ہوتا ہے تو اس وقت وہ اختیارات رکھنے والا بھی اپنی حاجات وضروریات کے لیے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے البتہ یہ ایک الگ بات ہے کہ جب اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔ کیا تم نے خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ (الانعام ۴۰،۴۱)

”آپ کہہ دیجیے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا تم اس حالت میں غیر اللہ کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ نہیں! اس کی بجائے تم صرف خدا کو ہی پکارو گے اور اگر وہ چاہے تو صرف وہی اس مصیبت کو دور کر سکتا ہے اور تم ان سب چیزوں کو بھول جاؤ گے جن کا تم شرک کرتے تھے“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا ہے:

اے میری رحمت کے ضرورت مندو! میں نے ہر حالت میں تمہارے لیے ضرورتوں کو لازمی قرار دیا ہے اور ہر وقت ذلت عبودیت کو تمہارے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو اور جس چیز کی تکمیل کی

www.drhasanrizvi.org

تمہیں خواہش ہو تو اس کے لیے میری طرف رجوع کرو۔ اگر میں تمہیں دینا چاہوں تو میرے علاوہ کوئی تم سے اس نعمت کو روک نہیں سکے گا۔ اور اگر میں تمہیں محروم رکھنا چاہوں تو میرے علاوہ کوئی تمہیں کچھ دے نہیں سکے گا۔ لہٰذا سوال کیے جانے کا استحقاق صرف مجھے ہی حاصل ہے اور میں ہی اس لائق ہوں کہ تم میرے سامنے تضرع وزاری کرو۔ تم ہر چھوٹے اور بڑے کام کو شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھو اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کام کے لیے میں اس خدا سے مدد طلب کرتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی عبادت کا حق دار نہیں ہے اور جب اس سے مدد طلب کی جائے تو وہ مدد کرتا ہے اور جب اسے پکارا جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔ وہ رحم کرنے والا رحمٰن ہے، وہ ہمارے لیے رزق کشادہ کرتا ہے اور ہمارے دین، دنیا اور آخرت میں ہم پر رحیم ہے۔ اس نے ہمارے لیے دین کو آسان بنایا اور وہ ہمیں اپنے دشمنوں سے جدا کر کے ہم پر رحم کرے گا۔

(۵۰) نہج البلاغہ میں ہے: رحیم لا یوصف بالرقة اللہ رحیم ہے لیکن اس کی رحمت کو "رقت قلب" کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(۵۱) مفضل بن عمر جعفی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ منکرین ربوبیت کے جواب میں ایک جامع رسالہ تحریر فرمائیں۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے مفضل کی درخواست پر ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا نام "کتاب الاہلیلجہ" ہے۔

www.drhasanrizvi.org

اس رسالہ میں آپ نے لکھا:

جب انسان کی طرف لفظ ''رحمت'' کی نسبت ہوتی ہے اور رحمت کے نتیجے میں اس سے جو فعل سرزد ہوتا ہے اسے شفقت اور سخاوت کا نام دیا جاتا ہے اور جب اللہ کی طرف لفظ رحمت کی نسبت دی جاتی ہے تو اس سے وہ ثواب مراد ہوتا ہے جو وہ اپنی مخلوق کو عطا کرتا ہے انسانی قلب میں رحمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ کسی کو دکھ درد میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کا دل اس کے حال پر کڑھتا ہے۔ دل کی اس کیفیت کے بعد انسان، انسان پر لطف و شفقت کرتا ہے اور ایسے ہی موقع پر کہنے والا کہتا ہے کہ فلاں شخص کی رحمت کو تو دیکھو۔ اس سے مراد وہ شفقت بھرا سلوک ہوتا ہے جو رقت قلب کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ جب اللہ کے لیے یہی لفظ رحمت بولا جاتا ہے تو اس کے مفہوم میں ''رقت قلب'' شامل نہیں ہوتی (کیونکہ وہ اعضاء و جوارح سے پاک ہے) وہ رحیم ہے، لیکن اس کی رحمت رقت قلب کی پیداوار نہیں ہے۔

(۵۲) مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ رحمٰن دنیا کے لحاظ سے ہے اور رحیم آخرت کے لحاظ سے ہے۔

(۵۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رحمٰن اسم خاص ہے، اس میں صفت عامہ پائی جاتی ہے اور رحیم اسم عام ہے، اس میں صفت خاصہ پائی جاتی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

(۵۴) عیون الاخبار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ الفاظ کہے:

یا رحمن الدنیا والاۃ ورحیمھما صل علی محمد و آل محمد

"اے دنیا وآخرت کے رحمٰن ورحیم! محمدؐ وآلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما"۔

(۵۵) الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

جس میں چار باتیں ہوں گی تو وہ اللہ کے عظیم نور میں ہوگا۔ اس میں ایک وہ ہے جسے کوئی بھلائی پہنچے تو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے۔

(۵۶) اسی اسناد سے امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہا تو اس نے خدا کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

(۵۷) اصولِ کافی میں صفوان جمال سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اللہ کسی پر چھوٹی نعمت کا انعام کرے یا بڑی نعمت کا اور وہ نعمت کے بعد اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ کہے تو اس نے نعمت کا شکر ادا کر دیا۔

www.drhasanrizvi.org

(۵۸) اسی اسناد سے حماد بن عثمان سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسجد سے برآمد ہوئے تو آپ کا جانور وہاں سے غائب تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

اگر خدا نے میری سواری کا جانور واپس کر دیا تھا میں اس کے شکر کا مکمل حق ادا کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جانور مل گیا تو آپؑ نے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہا۔

ایک شخص نے آپؑ سے کہا: کیا آپؑ نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپؑ اللہ کے شکر کا حق ادا کریں گے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تو نے مجھے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہتے نہیں سنا؟

(۵۹) علی بن ابراہیم لکھتے ہیں کہ "موثق" میں مذکورہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کے متعلق فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے لیے شکر ہے اور "رب العالمین" سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام مخلوق کا خالق ہے۔

(۶۰) من لایحضرہ الفقیہ میں فضل کی زبانی حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے احکام وشریعت کے کچھ علل واسباب نقل کیے ہیں۔ اس میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ یہ اس واجب کی ادائیگی ہے جسے اللہ نے اپنے شکر کے

www.drhasanrizvi.org

لیے مخلوق کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور ان الفاظ سے بندہ توفیق خیر ملنے پر شکرادا کرتا ہے۔ "رب العالمین" کے الفاظ میں اہل کی توحید اور تحمید ہے اور اس بات کا اقرار ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی خالق و مالک نہیں ہے۔

(۶۱) مجمع البیان میں مذکورہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے فاتحۃ الکتاب نازل کر کے مجھ پر احسان کیا اور ہے اس کی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اہل جنت کا کلام ہے۔ جب خدا انہیں نعمات سے نوازے گا تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہیں گے (واخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین)

(۶۲) اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس شخص نے صبح کے وقت چار مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہا تو اس نے اپنے دن کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام کے وقت یہ کہا تو اس نے اپنی رات کا شکر ادا کر دیا۔

(۶۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے ارشاد فرمایا:

رسول خدا صبح کے وقت تین سو ساٹھ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كثيراً على كل حال پڑھتے تھے اور روزانہ شام کے وقت بھی

www.drhasanrizvi.org

اتنی ہی بار یہی جملہ پڑھا کرتے تھے۔

(۶۴) تفسیر علی بن ابراہیم میں ابن ابی عمیر نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے چھینک ماری اور اس نے چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، لیکن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اسے یرحمک اللہ نہ کہا اور آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے ہمارے حق میں کمی کی ہے، جب بھی تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے ''الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیہ محمد واہل بیتہ'' کہنا چاہئے۔ یہ سن کر اس شخص نے آپ کے بتائے ہوئے کلمات کہے تو اس کے جواب میں آپ نے اسے دعائے خیر دی۔

(۶۵) اسی اسناد سے مسمع بن عبدالملک سے مروی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو چھینک آئی تو آپ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا۔ پھر آپ نے ناک پر انگلی رکھ کہا: میری ناک خدا کے سامنے ہمیشہ رگڑتی رہے اور تواضع میں مصروف ہے۔

(۶۶) اسی اسناد سے محمد بن مروان سے منقول ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ

جو شخص چھینک کے بعد الحمد للہ رب العالمین علی کل حال کہے گا تو وہ کان اور داڑھ کے درد سے محفوظ رہے گا۔

(۶۷) اسی اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول

www.drhasanrizvi.org

ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

جس شخص کو چھینک آئے اور پھر وہ اپنے ناک کے بانسے پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمات کہے: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کَثِیْراً کَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ تو اس کے بائیں نتھنے سے ایک پرندہ نکلے گا جو ٹڈی دل سے چھوٹا اور مکھی سے بڑا ہوگا اور وہ عرش کے نیچے جا کر ٹھہرے گا اور قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتا رہے گا۔

(۶۸) کتاب التوحید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

خدا اس وقت سے رب ہے جب کوئی پرورش پانے والا ہی موجود نہ تھا۔ اور کتاب مذکورہ میں حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہی جملے منقول ہیں۔

(۶۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس کے کچھ کلمات یہ ہیں:

شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے صرف ایک ہی عالم پیدا کیا ہے اور تو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے تمہارے علاوہ کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ ہاں ہاں خدا کی قسم! اس نے ایک لاکھ جہان پیدا کیے اور اس نے ایک لاکھ آدم پیدا کیے جب کہ تیرا تعلق آخری عالم اور آخری آدم سے ہے۔

(۷۰) کتاب الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے چند کلمات یہ ہیں:

www.drhasanrizvi.org

مدینہ کا عالم (یعنی میں) وہاں تک چلا جاتا ہے جہاں تک کسی کے نشانِ قدم نہیں پہنچتے اور جہاں کوئی پرندہ پر نہیں مارتا اور وہ ایک لحظہ میں سورج کے بارہ برجوں کے سفر اور بارہ براعظم اور بارہ سمندروں اور بارہ جہانوں کا ایک علم رکھتا ہے۔

(۷۱) اسی اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار جہان پیدا کیے اور ان میں ہر جہان سات آسمانوں اور سات زمینوں سے بڑا ہے اور ہر جان والے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ خدا نے کوئی اور جہان پیدا ہی نہیں کیا۔ میں ان تمام جہانوں پر حجت ہوں۔

(۷۲) عیون الاخبار میں مذکورہ ہے کہ ایک شخص حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ آپؑ قولِ خداوندی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر کے متعلق مجھے کچھ خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے والد نے میرے دادا سے، انہوں نے امام باقر علیہ السلام سے، انہوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے روایت کی کہ ایک شخص امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر کیا ہے؟

www.drhasanrizvi.org

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اس واسطے مخصوص ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کو اجمالی طور پر اپنی نعمات کا تعارف کرایا، کیونکہ لوگ نعمات کی تفصیل کے متحمل نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی نعمات اتنی ہیں کہ وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اسی لیے اللہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ تم کہو کہ رب العالمین نے ہم پر جو نعمات کی ہیں ان سب کے لیے ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوق کی تمام اصناف پر نعمتیں کی ہیں۔ خواہ اس کا تعلق جمادات سے ہو یا حیوانات سے ہو۔ حیوانات کو وہ اپنی قدرت سے محترک رکھتا ہے اور انہیں کھانے کے لیے اپنا رزق فراہم کرتا ہے اور انہیں اپنی حفظ وامان میں رکھتا ہے اور اپنی مصلحت کے تحت سب کی تدبیر کرتا ہے، اور جمادات پر خدا کی نعمت یہ ہے کہ وہ انہیں اپنی قدرت سے روکے ہوئے ہے اور جو ایک دوسرے سے متصل ہیں انہیں گرنے سے روکتا ہے اور گرنے والی جمادات کو چمٹنے سے روکے ہوئے ہے اور آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے، وہ اس کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا اور زمین کو دھنس جانے سے روکے ہوئے ہے اور وہ اس کے فرمان کے بغیر دھنس نہیں سکتی۔ وہ اپنے بندوں پر شفیق اور مہربان ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

"رب العالمین" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمام جہانوں کا مالک اور خالق

www.drhasanrizvi.org

ہے اوران تک اس طرح سے رزق پہنچا تا ہے کہ بعض اوقات انہیں رزق کی آمد کا علم ہوتا ہے اور بعض اوقات انہیں علم تک نہیں ہوتا۔ رزق تقسیم کر دیا گیا ہے۔ وہ ابن آدم کو مل کر ہی رہے گا چاہے وہ کیسے ہی عمل کیوں نہ کرے۔ کسی متقی کا تقویٰ رزق کو بڑھا نہیں سکتا اور کسی بدکار کی بدکاری اس کے رزق کو گھٹا نہیں سکتی، رزق اور رزق حاصل کرنے والے کے درمیان ایک پردہ ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگنا چاہے تو بھی اس کا رزق اس کو تلاش کرلے گا جیسا کہ موت اس کو تلاش کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کہو کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں، کیونکہ اس نے ہم پر انعام کیے ہیں اور ہمارے آنے سے قبل اس نے پہلی کتابوں میں ہمارا ذکر خیر کیا ہے۔ اسی لیے محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات پڑھنی چاہیے اوران کے شعیوں کا فرض ہے کہ وہ خدا کی عطا کردہ فضیلت کا شکرادا کریں، کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران کو نبی بنا کر معبوث کیا اور انہیں شرف مناجات عطا کیا اوران کے لیے سمندر سے راستہ بنایا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور حضرت موسیٰ کو تورات اور الواح عطا فرمائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ خدا کی نظر میں ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

پروردگار! تو نے مجھے اتنی عزت عطا کی ہے کہ مجھ پر پہلے تو نے کسی کو

اتنی عزت عطا نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موسیٰ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک تمام ملائکہ اور میری مخلوق سے افضل ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

پروردگار! اگر تیری تمام مخلوق میں سے محمدؐ تیرے نزدیک محترم ہیں تو کیا میری آل سے بھی کسی نبی کی آل افضل ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موسیٰ! جس طرح سے محمدؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں اسی طرح سے ان کی آل بھی تمام رسولوں کی آل سے افضل ہے۔

پھر حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

پروردگار! کیا کسی نبی کی امت میری امت سے افضل ہے؟ تو نے میری امت پر بادلوں کا سایہ کیا تو نے ان پر من وسلویٰ نازل کیا اور تو نے ان کے لیے سمندر کو شگافتہ کیا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موسیٰ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ محمدؐ کی امت باقی انبیاء کی امتوں سے اتنی ہی افضل ہے جتنا کہ محمدؐ میری تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

www.drhasanrizvi.org

پروردگار! کاش میں انہیں دیکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا:

موسیٰ! تو انہیں ہرگز نہیں دیکھ سکے گا، اور ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں ہوا، البتہ عنقریب تم انہیں جنت میں دیکھو گے۔ تم انہیں جنتِ عدن اور جنتِ فردوس میں محمدؐ کے سامنے دیکھو گے کہ وہ نعمات میں لوٹ رہے ہوں گے اور جنت کے اعلیٰ مقامات پر رہائش پذیر ہوں گے۔ کیا تم ان کا کلام سننا پسند کرتے ہو؟

حضرت موسیٰ نے عرض کیا! جی ہاں، میرے معبود!

اس وقت ہمارے رب نے ندا دے کر کہا: اے امت محمدؐ!

سب نے اپنے آباء کی اصلاب اور ماؤں کے ارحام سے جواب دیا اور کہا:

لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک و الملک لا شریک لک.

اللہ تعالیٰ نے اس جواب کو تلبیہ حج قرار دیا۔ پھر ہمارے پروردگار نے ندا دی:

''اے امت محمدؐ! تمہارے لیے میرا یہی فیصلہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر چکی ہے اور میری بخشش میرے عذاب سے بڑھ چکی ہے۔ میں نے تمہاری دعاؤں سے بھی پہلے، تمہاری التجاؤں کو قبول کیا۔

www.drhasanrizvi.org

تمہارے سوال سے قبل میں نے تم پر اپنی عطا کی ہے۔ تم میں سے جو بھی لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ و رسولہ کا صدق دل سے اقرار کر کے میرے حضور پیش ہوگا اور اپنے افعال میں بھی حق کا پیرو کار ہوگا اور یہ بھی تسلیم کرتا ہو کہ علی بن ابی طالبؑ محمدؐ کا بھائی اور اس کے بعد اس کا وصی اور ولی ہے اور اسکی اطاعت بھی محمدؐ کی اطاعت کی طرح سے ضروری ہے اور محمدؐ و علیؑ کے بعد طاہر و مطہر اور خدا کے چنے ہوئے اولیاء جو کہ آیات الٰہی کے عجائب کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ وہ ان کے جانشین ہیں تو اس عقیدہ والے افراد کو بھی میں اپنی جنت میں داخل کروں گا، اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ان سے ارشاد فرمایا:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْنَا دَيْنَا.

"یعنی محمدؐ! تم اس وقت طور پر پہلو میں موجود نہ تھے جب ہم نے آپؐ کی امت کو پکارا تھا اور انہیں یہ عزت عطا کی تھی"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

"تم اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہو کہ خدا نے مجھے اس فضیلت سے مخصوص کیا اور اللہ نے امت محمدؐ سے فرمایا کہ تم بھی اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہو کہ اس نے تم کو ان فضائل سے مخصوص کیا"۔

www.drhasanrizvi.org

(۷۳) من لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کچھ احکام شرعیہ کے علل واسباب منقول ہیں اور سورہ فاتحہ کے ضمن میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ''رب العالمین'' کی تشریح کے بعد ''الرحمن الرحیم'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنے احسانات وانعامات کی دوبارہ یاددہانی کرائی ہے۔

(۷۴) تفسیر علی بن ابراہیم میں موثق کے حوالے سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تشریح کے بعد فرمایا:

''رحمٰن'' کی رحمت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے اور لفظ ''رحیم'' کا تعلق صرف اہل ایمان سے ہے اور ''مالک یوم الدین'' سے مراد روز حساب ہے''۔

اس کے بعد قمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ کفار کا یہ قول قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَقَالُوْا يَا وَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنَ.

''اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی یہ بدلے کا دن ہے''۔

مجمع البیان میں جبائی سے منقول ہے کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے یوم جزا مراد ہے۔

(۷۵) مجمع البیان میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

www.drhasanrizvi.org

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر سورہ فاتحہ نازل کر کے احسان کیا ہے۔

جبرائیل امین نے کہا کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے الفاظ جو بھی مسلمان کہے گا تو اللہ اور اس کے آسمان کے رہنے والے اس کی تصدیق کریں گے۔

(۷۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "الدِّيْنِ" سے حساب مراد ہے۔

(۷۷) اصول کافی میں زہری سے منقول ہے کہ جب امام علی زین العابدین علیہ السلام مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی آیت پر پہنچتے تھے تو اسے اتنی بار دہراتے تھے کہ آپ کی موت قریب دکھائی دینے لگتی تھی۔

(۷۸) تفسیر عیاشی میں محمد بن علی حلبی سے منقول ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھا کرتے تھے۔

(۷۹) داؤد بن فرقد کا بیان ہے کہ میں نے بے شمار بار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے ہوئے سنا۔

(۸۰) "من لا يحضره الفقيه" میں فضل نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے احکام شرعیہ کے کچھ علل و اسباب نقل کیے ہیں۔ اپنے بیان میں آپ نے فرمایا:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے الفاظ بندوں کی طرف سے بعث، حساب، جزا

www.drhasanrizvi.org

وسزا اور خدا کے متعلق روز آخرت کے مالک ہونے کی گواہی ہے اور ان الفاظ سے بندہ یہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ جس طرح سے دنیا کا بادشاہ ہے اسی طرح سے روز آخرت کا بھی بادشاہ ہے"۔

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کے الفاظ سے خدا کی طرف رغبت اور تقرب کے جذبہ کا اظہار ہوتا ہے اور ان الفاظ سے بندہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے عمل میں خدا سے مخلص ہے۔

"اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الفاظ سے بندہ اپنی توفیقات کے اضافہ کی درخواست کرتا ہے اور خدا سے التجا کرتا ہے کہ وہ اسے اپنی عبادت کی توفیق دے اور اپنے انعامات کا سلسلہ جاری رکھے اور بندہ کی مدد فرمائے"۔

(۸۱) مجمع البیان میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اللہ نے مجھ پر سورہ فاتحہ کا احسان فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ" کے الفاظ سے اخلاص عبادت کا اظہار ہوتا ہے اور "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے ذریعہ سے انسان خدا سے اپنی افضل ترین حاجات کو طلب کرتا ہے۔

(۸۲) تفسیر عیاشی میں مرقوم ہے کہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک "قدری" سے مباحثہ ہوا۔ (واضح رہے کہ فرقہ قدریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال واقوال

www.drhasanrizvi.org

میں مکمل آزاد ہے اور اس کے کسی عمل میں خدا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے)

قدری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم سورہ فاتحہ پڑھو۔

وہاں پر موجود ایک شخص نے کہا کہ بھلا سورہ فاتحہ کے ذریعے سے اس کے خلاف کیا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

''قدری'' نے سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع کی اور جب وہ ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کی آیت پر پہنچا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

''ٹھہر جاؤ! جب تم تمام اعمال و افعال میں خود مختار ہو اور خدا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے تو پھر تم اس سے کس بات کی مدد طلب کر رہے ہو اور تمہیں مدد کی کیا ضرورت ہے؟''

امام علیہ السلام کا یہ استدلال سن کر وہ مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور وہ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ کی تصویر بن گیا۔

(۸۳) احتجاج طبرسی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک طویل حدیث منقول ہے کہ اس میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

''اِیَّاکَ نَعْبُدُ'' کا مفہوم یہ ہے کہ ہم صرف تجھ واحدہٗ لاشریک کی ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم ''دہریہ'' نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کائنات ازل

www.drhasanrizvi.org

سے ہی جاری ہے۔ اس کی کوئی ابتدائی نہیں ہے اور ہم "ثنویہ" (مجوسی) بھی نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نور ظلمت ہی مدبر کائنات ہیں اور ہمارا تعلق مشرکین عرب سے بھی نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بت معبود ہیں۔ ہم تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور تیرے علاوہ کسی معبود کو نہیں پکارتے جیسا کہ کفار کا وطیرہ ہے اور ہم یہود و نصاریٰ کی طرح سے تیرے لیے کسی فرزند کے بھی قائل نہیں ہیں تو ان تمام نقائص سے کہیں بلند و بالا ہے"۔

(۸۴) من لایحضرہ الفقیہ میں علل شرائع بیان کرتے ہوئے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" کے الفاظ سے بندہ خدا کے دین کی رہنمائی طلب کرتا ہے اور خدا کی رسی سے تمسک اور معرفت خداوندی میں اضافہ کی درخواست کرتا ہے۔

(۸۵) مجمع البیان میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ نے فاتحہ نازل کر کے مجھ پر احسان کیا اور "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" سے انبیاء کا راستہ مراد ہے کیونکہ خدا نے ان پر نعمتیں نازل کی ہیں۔"

(۸۶) مجمع البیان میں مذکورہ ہے کہ "الصراط" کے بہت سے مفہوم ہیں اور اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اس سے کتاب اللہ مراد ہے اور رسول اکرمؐ

www.drhasanrizvi.org

اور حضرت علیؑ سے بھی یہی مفہوم منقول ہے۔

(۸۷) تفسیر علی بن ابراہیم میں موثق کے حوالے سے مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے راہ حق اور معرفت امام مراد ہے۔

(۸۸) کتاب مذکورہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

والله نحن الصراط المستقیم

''خدا کی قسم! ہم ہی صراط مستقیم ہیں''۔

(۸۹) کتاب معانی الاخبار میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" میں صراط مستقیم سے امیر المومنین اور ان کی معرفت مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ'' (زخرف: ۴)

''ام الکتاب میں ہمارے ہاں علیؑ صاحب حکمت ہے''۔

اور ''ام الکتاب'' سورہ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" سے مراد امیر المومنینؑ ہیں۔

(۹۰) اسی اسناد سے مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''صراط'' کے متعلق سوال کیا تو

www.drhasanrizvi.org

آپ نے فرمایا:

اس سے معرفت خداوندی کا راستہ مراد ہے اور راستے دو ہیں: ایک دنیا کا راستہ ہے اور ایک آخرت کا راستہ ہے۔ دنیا میں حق کا راستہ وہ امام ہوتا ہے جس کی اطاعت خدا کی طرف سے فرض ہوتی ہے، جو اس دنیا میں رہ کر اس امام کی معرفت حاصل کرے گا اور اس کی ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ اس صراط سے پار ہوگا جو روز آخرت ہوگی یعنی وہ پل صراط سے پار ہوگا اور جو دنیا میں رہ کر امام کی معرفت حاصل نہ کرے گا تو قیامت کے دن پل صراط سے اس کا قدم پھسل جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

(۹۱) تفسیر علی بن ابراہیم میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پل صراط کے متعلق فرمایا کہ اس کی چڑھائی ایک ہزار سال کی ہوگی، اور اس کی اترائی ایک ہزار سال کی ہوگی اور اس کا سپاٹ حصہ ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگا۔

(۹۲) سعدان بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صراط کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔ کچھ لوگ اس سے بجلی کی رفتار سے گزریں گے، کچھ لوگ گھوڑے کی رفتار سے اسے عبور کریں گے اور کچھ لوگ پیدل ہو کر اس سے گزریں گے اور کچھ لوگ ہاتھ پاؤں اور پیٹ کے بل اس سے گزریں گے۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے کہ جو

www.drhasanrizvi.org

لنک کر اور چٹ کر اسے عبور کریں گے۔ دوزخ ان کا کچھ حصہ جلا دے گی اوران کا کچھ حصہ چھوڑ دے گی۔

(۹۳) معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"صراط مستقیم" امیر المومنین ہیں۔

(۹۴) معانی الاخبار میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا اوعا یہ ہے کہ خدایا! ہمارے لیے اپنی توفیق کے سلسلہ کو جاری رکھ جس کی وجہ سے ہم تیری اطاعت کے قابل ہوئے ہیں۔ ہم کو توفیق سے مالا مال کر، تاکہ ہم اپنی باقی زندگی میں بھی تیری اطاعت کرتے رہیں۔

"صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" (سیدھا راستہ) دو ہیں ایک وہ صراط مستقیم ہے جو دنیا میں ہے اور ایک صراط کا تعلق آخرت سے ہے۔ دنیا میں "صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" وہ راستہ ہے جو غلو اور تقصیر سے پاک ہو اور بالکل سیدھا ہو اور باطل کی طرف ذرہ برابر بھی مائل نہ ہو۔ اور آخرت کا صراط مستقیم، اہل ایمان کا وہ راستہ ہے جو انہیں جنت میں لے جائے اور وہ ایسا سیدھا ہو جو جنت سے ہٹ کر دوزخ کی طرف نہ جاتا ہو۔

(۹۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدایا!

www.drhasanrizvi.org

ہمیں سیدھی راہ کی رہنمائی فرما اور ہمیں ایسی راہ دکھا جو ہمیں تیری محبت اور تیرے دین تک پہنچا سکے اور ہمارے لیے خواہشات کی پیروی سے رکاوٹ کا ذریعہ بن سکے تاکہ ہم اپنی آراء پر عمل کر کے ہلاکت میں نہ پڑیں۔

(۹۶) اسی اسناد کے ساتھ ثابت ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

نحن ابواب اللّٰہ و نحن الصراط المستقیم

''ہم خدا کے دروازے ہیں اور ہم صراط مستقیم ہیں''۔

(۹۷)''اسی اسناد سے حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''علیؑ! جب قیامت کا دن ہوگا تو میں، تم اور جبرائیل صراط پر بیٹھ جائیں گے اور صراط سے وہی گزرے گا جس کے پاس تمہاری ولایت کا پروانہ ہوگا''۔

(۹۸) اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو وحی فرمائی:

فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (زخرف: ۴۳)

''جو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے آپ اس سے متمسک رہیں۔ بے

www.drhasanrizvi.org

شک آپ صراط مستقیم پر ہیں"۔

(۹۹) محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

افمن یمشی مکبا علیٰ وجهه اهدی امن یمشی
سویا علیٰ صراط مستقیم (ملک:۲۲)

"کیا وہ شخص جو منہ کے بل چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت یافتہ
ہے یا وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو سیدھے سیدھے صراط
مستقیم پر چل رہا ہے"۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"اس آیت میں اس شخص کی مثال بیان کی گئی ہے جو ولایت علیؑ سے منحرف ہو اور ولایت علیؑ سے انحراف کرنے والا منہ کے بل گرے ہوئے شخص کی مانند ہے جب کہ علیؑ کی پیروی کرنے والا صراط مستقیم پر سیدھا چلنے والا ہے اور صراط مستقیم امیر المومنین علیہ السلام ہیں"۔

(۱۰۰) کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی آیت اہل نعمت سے محمدؐ اور ان کی ذریت مراد ہے۔

(۱۰۱) ابن سیار نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے

www.drhasanrizvi.org

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم یہ کہو:

اور اہل انعام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِيْقًا ○ (النساء:۶۹)

"اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور وہ بہت اچھے رفیق ہیں"۔

امیر المومنین علیہ السلام سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اہل نعمت سے مال وتندرستی کی نعمت والے افراد مراد نہیں ہیں اگر چہ یہ بھی خدا کی طرف سے ظاہری نعمت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مال وتندرستی کی نعمت تو کافروں اور بدکاروں کو بھی میسر ہے اور تمہیں ان کے راستے کی دعا مانگنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ تمہیں تو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے کہ تم ان لوگوں کے راستے کو طلب کرو جن پر ایمان باللہ، تصدیق رسولؐ اور ولایت محمدؐ وآل محمدؐ اور نیک اصحاب اور بہتر تقیہ کا انعام کیا گیا ہے۔ جس سے وہ دشمنان خدا کے شر سے محفوظ رہتے ہیں اور بہتر تقیہ کی وجہ سے دشمنان خدا کے گناہوں اور ان کفر میں اضافے کا سبب بناتے ہیں خبردار تقیہ قائم رکھنا

www.drhasanrizvi.org

مخالفین سے مدارات کا سلوک کرنا اور تقیہ ترک کر کے اپنے اور دوسرے اہل ایمان کے لیے تکالیف پیدا کرنا اور اپنے اہل ایمان بھائیوں کے حقوق کو پہچانتے رہنا"۔

(۱۰۲) فرات بن ابراہیم نے اپنی اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"علیؑ کے شیعہ وہ ہیں جن پر اللہ نے ولایت علیؑ کا انعام کیا ہے۔ ان پر خدا نہ تو غضب ناک ہوا اور نہ ہی وہ بھٹکے"۔

(۱۰۳) کتاب کمال الدین و اتمام النعمۃ میں خثیمہ جعفی سے مروی ہے اس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث نقل کی، جس میں امام علیہ السلام نے فرمایا:

نحن الطریق الواضح و الصراط المستقیم الی اللہ عزو جل و نحن من نعمۃ اللہ علیہ خلقہ.

"ہم وہی واضح راستہ اور خدا کی طرف جانے والے صراط مستقیم ہیں اور ہم خلق خدا پر اللہ نعمت ہیں"۔

(۱۰۴) کتاب الہلیلجہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے غضب کی کیفیت اور ہے اور خدا کے غضب کی کیفیت اور

www.drhasanrizvi.org

ہے، کیونکہ جب ہم کسی پر غضب ناک ہوتے ہیں تو ہماری طبائع میں تبدیلی آجاتی ہے اور کسی وقت ہمارے جوڑ کانپنے لگے جاتے ہیں اور ہمارا رنگ بدل جاتا ہے۔ اس کے بعد ہم کسی کو سزا دیتے ہیں۔ اس حالت کو ''غضب'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور لوگوں کے کلام میں غضب کا یہی مفہوم ہے۔ غضب کے دو مرحلے ہوتے ہیں۔ پہلا مرحلہ دل سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا مرحلہ سزا کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور جب اللہ تعالٰی کے لیے لفظ ''غضب'' کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے دل کی کیفیت مراد نہیں۔ اسی طرح سے جب اللہ کے لیے رضا، ناراضگی اور رحمت جیسے الفاظ کی نسبت دی جاتی ہے تو اس میں دلی کیفیت مراد نہیں ہوتی''۔

(۱۰۵) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق بیان کیا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ".

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" ناصبی ہیں اور "الضَّآلِّيْنَ" سے یہودی ونصاریٰ مراد ہیں۔

(۱۰۶) ابن اذینہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کی تفسیر نقل کرتے ہوئے کہا

www.drhasanrizvi.org

کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" ناصبی اور "ضالین" سے شکوک میں مبتلا وہ افراد ہیں جنہیں امام کی معرفت حاصل نہیں ہے"۔

(۱۰۷) من لا یحضرہ الفقیہ میں فضل نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کچھ احکام شرعیہ کے علل واسباب نقل کیے ہیں۔ امام علیہ السلام نے "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" کے متعلق فرمایا:

اس آیت میں سوال و رغبت کی تاکید پائی جاتی ہے اور ان لوگوں کا ذکر پایا جاتا ہے جن پر نعمتیں نازل ہوئی ہیں اور ایسی ہی نعمتوں کی رغبت کے لیے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔

"غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" کے الفاظ سے بندہ خدا سے یہ درخواست کرتا ہے کہ خدا اسے عناد رکھنے والے کافروں اور خدا اور اس کے اوامر ونواہی کو حقیر جاننے والوں میں سے نہ قرار دے۔

"وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کے الفاظ سے بندہ خدا سے یہ التجا کرتا ہے کہ وہ اسے ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو راہ خدا سے بھٹکے ہوئے ہیں اور جنہیں حق کی معرفت نہیں ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ درست کر رہے ہیں۔

(۱۰۸) مجمع البیان کی ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" اور "اَلضَّآلِّیْنَ" سے نصاریٰ مراد ہیں۔

(۱۰۹) کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام

www.drhasanrizvi.org

سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''امیر المومنینؑ کو حد عبودیت سے بڑھانے والا شخص "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" اور "الضَّآلِّیْنَ" میں شامل ہے۔

(۱۱۰) استبصار میں معاویہ بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جب امام "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہہ کر سورہ فاتحہ مکمل کرے تو کیا میں ''آمین'' کہوں؟

امام علیہ السلام نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا: ''اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں''۔

(۱۱۱) تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے والد علیہ السلام سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابیوں کے درمیان رسول خداؐ کی نماز کے متعلق اختلاف ہوا۔ انہوں نے ابی بن کعبؓ کو لکھا کہ آپ بتائیں رسول خداؐ کتنے سکتے کیا کرتے تھے؟

ابن ابی کعب نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سکتے کیا کرتے تھے۔ پہلا سکتہ اس وقت کرتے جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے اور دوسرا سکتہ اس وقت کرتے جب دوسری سورت سے فارغ ہوتے تھے۔

(۱۱۲) الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے

www.drhasanrizvi.org

کہ آپ نے فرمایا:

”جب تو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اور امام سورہ فاتحہ کی تلاوت سے فارغ ہو تو تم اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہو۔ خبردار ”آمین“ نہ کہنا۔

(۱۱۳) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق اور اوصاف عبادت مرقوم ہیں اور اس میں لکھا ہے کہ جب آپ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا کرتے تھے۔

www.drhasanrizvi.org

داغ کو کون دینے والا تھا؟
جو دیا اے خدا! دیا تو نے

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہو گا، تیرے کرم سے ہو گا

تمام شد

الحمد للہ رب العالمین

www.drhasanrizvi.org

یادداشت

www.drhasanrizvi.org

مطبوعات اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ

ملنے کا پتہ

احمد بک سیلرز و اسٹیشنرز (اسٹاکسٹ و جنرل آرڈر سپلائرز)

718/20 فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان فون:021-36364924